آنحضرتؐ بحیثیت سپہ سالار اعظم

نبی کریمؐ نے ایک سپاہی کے طور پر بھی غزوات میں حصہ لیا اور دفاعی جنگوں میں بطور جرنیل اپنے لشکر کی کمان کر کے بھی کامل نمونہ پیش کیا۔جنگوں میں اکثر فتح پائی اور کبھی ساتھیوں کے پاؤں اکھڑ بھی گئے۔مگر ہمیشہ اور ہر حال میں آپؐ کے پاکیزہ اخلاق نئی شان کے ساتھ ظاہر ہوئے۔

ہمارے سید و مولا حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم اخلاق کی یہی عظمت ہے کہ وہ ہر قسم کے حالات میں اپنے نئے حسین جلوے دکھاتے نظر آتے ہیں۔حالت امن ہو یا جنگ ،مشکلات کے پہاڑ اور مصائب کے طوفان اس کوہ استقامت کو ہلا نہیں سکتے۔فتوحات اور کامرانیوں کے نظارے اس کوہ وقار میں ذرہ برابر جنبش پیدا نہیں کر سکتے۔تکلف اور تصنع سے پاک ایسے کامل اور سچے اخلاق میں بلا شبہ خدائی شان جلوہ گر نظر آتی ہے اور ہر صاحب بصیرت انسان بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ اے آقا تیری روشن و تاباں چہرے میں ایسی شان اور عظمت ہے جو انسانی شمائل اور اخلاق سے کہیں بڑھ کر ہے۔

رسول اللہؐ کے خلق عظیم کا طرہ امتیاز ہمیشہ یہ رہا کہ آپؐ ہر امکانی حد تک

فساد سے بچتے اور ہمیشہ امن کی راہیں اختیار کرتے تھے۔ مکے کا تیرہ سالہ دورِ ابتلا گواہ ہے کہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ نے سخت اذیتیں اور تکالیف اٹھائیں لیکن صبر پر صبر کیا۔ جانی اور مالی نقصان ہوئے پر برداشت کئے اور مقابلہ نہ کیا۔ اپنے مظلوم ساتھیوں سے بھی یہی کہا کہ اِنّی اُمِرْتُ بِا لعَفْوِ فَلَا تُقَاتِلُوْا کہ مجھے عفو کا حکم ہو ہے۔ اس لئے تم لڑائی سے بچو۔ (نسائی) [1]

پھر جب دشمن نے شہر مکہ میں جینا دُوبھر کر دیا۔ آپؐکے قتل کے منصوبے بنائے تو آپؐ اور آپؐکے ساتھیوں نے عزیز و اقارب اور مال و جائداد کی قربانیاں دے کر دکھی دل کے ساتھ وطن کو بھی خیر باد کہہ دیا اور مدینے پناہ لی۔ دشمن نے وہاں بھی چین کا سانس نہ لینے دیا۔

اہل مکہ مسلمانانِ مدینہ پر حملہ آور ہونے لگے۔ تب ہجرت مدینہ کے ایک سال بعد اِذن جہاد کی وہ آیت اُتری جس میں مظلوم مسلمانوں کو اپنے دفاع اور مذھبی آزادی کی خاطر تلوار اُٹھانے کی اجازت دی گئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا۔ وَاِنَّ اللّٰہ علےٰ نصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ۔ (سورۃ الحج:40) وہ لوگ جن سے (بلاوجہ) جنگ کی جارہی ہے اُن کو بھی (جنگ) کرنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

اس آیت اور اس سے اگلی آیات سے اسلامی جنگوں کی غرض و غایت

ظاہر و باہر ہے اور صاف پتہ چلتا ہے کہ جنگ کی ابتدا کفار کی طرف سے ہوئی۔ دوسرے یہ کہ مسلمان دین کی وجہ سے مظلوم ہو کر رہ گئے تھے۔ تیسرے کفار کا مقصد دین اسلام کو نابود کرنا تھا۔ چوتھے مسلمانوں کو محض خود حفاظتی اور اپنے دفاع کی خاطر تلوار اُٹھانی پڑی۔

اسلامی جنگوں میں ضابطۂ اخلاق

قرآن شریف نبی کریمؐ کے زمانہ کی مستند ترین مسلمہ دستاویز ہے، اس کی دیگر آیات سے بھی اسلامی جہاد کا مضمون مزید کھل کر سامنے آتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَاتِلُوْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْ نَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (البقرہ:191) یعنی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ اسی طرح فرمایا کہ وَھُمْ بَدَءُ وْکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃ (التوبہ:13) کہ جنگ میں پہل کفار مکہ کی طرف سے ہوئی تھی۔

اس کے باوجود مسلمانوں کی یہی حکم تھا کہ اگر دشمن اب بھی صلح کی خواہش کرے تو مصالحت کرلو۔ فرمایا وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَھَا وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (انفال:62) کہ اگر وہ (دشمن) صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کے لئے جھک جاؤ۔

نبی کریمؐ ان اصولی اسلامی احکام کی روشنی میں ہمیشہ اپنے ساتھیوں کو یہ تعلیم دیتے رہے کہ دشمن سے مقابلہ کی خواہش کبھی نہ کریں۔ خدا سے ہمیشہ عافیت

اور امن و امان کے طالب ہوں۔ ہاں جب دشمن حملہ آور ہو اور اس سے مقابلہ ہو جائے تو پھر اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ (بخاری) 2

رسول کریمؐ نے اپنے صحابہ کو جنگ کے آداب اور مستقل ہدایات دیتے ہوئے فرمایا کہ جنگ کے دوران کسی عمر رسیدہ بوڑھے کو، کم سن بچے کو اور عورت کو قتل نہ کرو۔

خیانت کرتے ہوے مال غنیمت پر قبضہ نہ کرو۔ حتی الوسع اصلاح اور احسان کا معاملہ کرو اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (ابوداؤد) 3

اسی طرح حکم دیا کہ دشمن پر رات سوتے میں حملہ نہیں کرنا اور شب خون نہ مارنا۔ (بخاری) 4

پھر فرمایا کہ دشمن کو دھوکہ نہ دینا، دشمن کی نعشوں کا مثلہ نہ کرنا۔ (مسلم) 5

مذہبی راہنماؤں کو قتل نہ کرنا، دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کو نقصان نہ پہنچانا۔ سرسبز درخت نہ کاٹنا۔ (طحاوی)

رسول کریمؐ کے بیان فرمودہ ان آداب جنگ کی تعمیل حضورؐ کے زمانے میں سختی سے کی گئی اور آپؐ کے بعد بھی خلفاء راشدین نے اس ضابطۂ اخلاق کا بے حد خیال رکھا۔ بلکہ اس پاکیزہ تعلیم کی روح مدنظر رکھتے ہوئے، حسبِ حال مزید ہدایات جاری فرمائیں۔ جو آج بھی اسلامی ضابطۂ جنگ کا حصہ ہیں کیونکہ

مسلمانوں کو رسول اللہؐ کے ساتھ خلفاء راشدین کی پیروی کا بھی حکم ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ ہدایات دیں کہ جن لوگوں نے اپنی خدمات کسی بھی مذہب کے لئے وقف کی ہوں، اُن سے میدان جنگ میں تعرض نہ کیا جائے۔ اُن کے مذہب کی مقدس چیزوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ کوئی پھل دار درخت نہ کاٹا جائے۔ نہ ہی کسی آبادی کو ویران کیا جائے۔ اور کسی جانور کو ذبح بھی نہ کریں سوائے اس کے جسے کھانا مقصود ہو۔ کسی کو آگ سے نہ جلائیں۔ (مؤطا) [6]

الغرض دشمن کے حملے سے مجبور ہوکر اپنا دفاع کرنے کے لئے رسول کریمؐ کو جب تلوار اُٹھانا پڑی تو جنگ کی حالت میں جہاں دنیا سب کچھ جائز سمجھتی ہے، آپؐ نے پہلی دفعہ دنیا کو جنگ کے آداب سے روشناس کرایا۔ اس ضابطۂ اخلاق کے ساتھ جب آپ جنگ کے لئے نکلتے تو پھر آپؐ کا تمامتر توکل اور بھروسہ خدا کی ذات پر ہوتا تھا۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں رسول کریمؐ جب کسی غزوہ کے لئے نکلتے تو یہ دعا کرتے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَضُدِیْ وَاَنْتَ نَصِیْرِیْ وَبِکَ اُقَاتِلُ (احمد) [7]

اے اللہ تو ہی میرا سہارا، تو ہی میرا مددگار رہے۔ اور تیرے بھروسہ پر ہی میں لڑتا ہوں۔

غزوہ بدر میں خلق عظیم

ایک بہترین جرنیل کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل گرفت

اپنے سپاہیوں پر ہوتی تھی۔ غزوہ بدر کے موقع پر جب آپؐ اور آپؐ کے صحابہ نے میدان بدر میں مشرکین سے پہلے پہنچ کر ڈیرے ڈالے تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص از خود کسی بات میں پہل نہ کرے جب تک میں اجازت نہ دوں۔ پھر جب تک دشمن کی طرف سے حملہ نہیں ہوا آپؐ نے مقابلہ کے لئے صحابہ کو دعوت نہیں دی۔ جب دشمن سامنے صف آرا ہوئے تو صحابہ کو فرمایا کہ اب اُس جنت کے حصول کے لئے اُٹھ کھڑے ہو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ پھر صحابہ نے اپنی جانیں خدا کی راہ میں خوب فدا کیں۔ (احمد) 8

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوات میں اپنے ساتھی سپاھیوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ رفاعہؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے سفر میں ہم نے اچانک محسوس کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ نہیں ہیں۔ اصحاب رسول نے ایک دوسرے کو آواز دے کر پوچھا کہ تمہیں رسول اللہؐ کا کچھ پتہ ہے یا تمہارے ساتھ ہیں؟ جب کچھ پتہ نہ چلا تو سب رُک گئے اور اتنی دیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے تشریف لائے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم تو آپؐ کو موجود نہ پا کر پریشان ہو گئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ علیؓ کے پیٹ میں اچانک تکلیف ہو گئی اور میں اس کی تیمارداری کے لئے رک گیا تھا۔ (ھیثمی) 9

نبی کریمؐ کسی سواری پر بیک وقت تین آدمیوں کا سوار ہونا پسند نہیں فرماتے تھے کہ یہ بھی جانور پر زیادتی ہے۔ بدر میں رسول اللہؐ کے صحابہ کے پاس چند اونٹ اور دو گھوڑے تھے۔ ایک اونٹ کی سواری میں تین تین اصحاب شریک

تھے، جو باری باری اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابولبابہؓ یا ابومرثدؓ غنوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میں شریک تھے۔ جب رسول اللہؐ کی باری ہوتی تو یہ دونوں کہتے ہم آپؐ کی خاطر پیدل چلیں گے آپؐ سوار رہیں۔ آپؐ فرماتے ''تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقت ور نہیں ہو اور نہ میں تم دونوں کی نسبت اجر سے بے نیاز ہوں۔'' مجھے بھی اللہ تعالیٰ کے حضور اجر کی ضرورت ہے۔ (احمد) 10

سپاہیوں کی حوصلہ افزائی

ایک بہترین سپہ سالار کی طرح رسول اللہؐ کی نظر اپنے سپاہیوں کی کارکردگی پر رہتی تھی۔ اور اپنے ساتھیوں کی مناسب رنگ میں حوصلہ افزائی فرماتے رہتے تھے۔

حضرت علیؓ غزوہ احد سے واپسی پر اپنی تلوار حضرت فاطمہؓ کے سپرد حوالے کی کہ اسے سنبھال رکھیں کہ آج یہ جنگ میں خوب کام آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا ہاں! اے علی! آج آپ نے بھی خوب تلوار زنی کی ہے، مگر عاصم بن ثابتؓ، سہل بن حنیفؓ، حارث بن صمہؓ اور ابودجانہؓ نے بھی کمال کر دکھایا ہے۔ (ھیثمی) 11

صحابہ کی دلداری

رسول اللہؐ جنگ میں بھی جہاں اپنے صحابہ کی دلداری کا خیال رکھتے

تھے، وہاں راہ خدا میں جان کی قربانی پیش کرنیوالوں کا بہت اعزاز فرماتے تا کہ آئندہ قربانی کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہو۔ غزوہ خیبر میں جب ایک صحابی عامر سردار یہود مرحب کے مقابل پر اپنی تلوار کے کاری زخم سے جانبر نہ ہو سکے تو بعض لوگوں نے عامرؓ کی شہادت کو خودکشی گمان کیا۔ عامرؓ کے بھتیجے حضرت سلمہ بن الاکوعؓ یہ سنکر بہت غمگین ہوئے۔ وہ بیان کرتے ہیں میں اس حال میں تھا، اچانک کیا دیکھتا ہوں۔ میرے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر سہلاتے اور فرماتے ہیں تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے عامرؓ کے بارہ میں لوگوں کے خیال کا ذکر کیا۔ صادق و مصدوق محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بھی یہ کہا غلط کہا ہے۔ پھر آپؐ نے اپنی دو انگلیاں ملا کر فرمایا عامرؓ کیلئے دوہرا اجر ہے۔ وہ تو جہاد کرنیوالا ایک عظیم الشان مجاہد تھا۔ (بخاری) 12

خدام سے شفقت

ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھے ابو عامرؓ کے ساتھ غزوۂ اوطاس بھجوایا۔ ان کے گھٹنے میں تیر لگا۔ جس سے ایک کاری جان لیوا زخم ہوا۔ میں نے تیر کھینچا تو پانی نکلا۔ مجھے ابو عامرؓ کہنے لگے بھتیجے رسول اللہؐ کو میرا سلام عرض کرنا اور درخواست کرنا کہ میرے لئے بخشش کی دعا کریں۔ پھر تھوڑی دیر بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔ میں نے رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا عرض کر دیا اور ابو عامرؓ کا پیغام سلام و دعا بھی پہنچایا۔ رسول کریمؐ نے

پانی منگوا کر وضو کیا۔ پھر دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور یہ دعا کی اے اللہ! اپنے بندے ابو عامرؓ کو بخش دے، اے اللہ! اسے قیامت کے دن اپنی مخلوق میں سے بہت لوگوں کے اوپر فوقیت عطا کرنا۔ میں نے عرض کیا یا حضرت! میرے لئے بھی کچھ دعا کر دیں۔ آپؐ نے دعا کی کہ اے اللہ! ابو موسیٰؓ کے گناہ بخش دے اور قیامت کے دن اسے معزز مقام میں داخل کرنا۔ (بخاری)[13]

کامیابی پر حمد

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جنگ میں کامیابی حاصل ہوتی تو بھی کسی بڑائی کے اظہار کی بجائے خدا کی حمد بجالاتے۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ابو جہل کو قتل کرنے اور اس پر آخری وار کرنے کے بعد میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع کی کہ ابو جہل ہلاک ہو چکا ہے۔ آپؐ نے اس وقت بھی نعرہ توحید بلند کیا اور فرمایا کیا اللہ وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں؟ میں نے اثبات میں جواب دیا کہ بے شک اللہ وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

پھر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابو جہل کی نعش کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور تو فرمایا اس خدا کی سب تعریف ہے جس نے اے اللہ کے دشمن! تجھے ذلیل کیا۔ پھر فرمایا کہ ''یہ اس امت کا فرعون تھا'' [14]

نبی کریمؐ فتح کے موقع پر کسی بڑائی کے اظہار کی بجائے شکر بجالاتے ہوئے

اپنے مولیٰ کے حضور عجز وانکسار سے جھک جاتے۔

بدر کی فتح مسلمانوں کے لئے پہلی بہت بڑی فتح تھی۔جس نے کفار کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ ان کے ستر آدمی ہلاک ہوئے ،جن میں چوبیس سرداران قریش تھے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کی نعشیں بھی کھلے میدان میں پڑی رہنی پسند نہیں فرمائیں بلکہ دفن کے لئے ایک پُرانے گڑھے میں ڈلوادیں۔

رسول اللہؐ نے بدر کی فتح پر کوئی جشن نہیں منایا بلکہ اپنے رب کی عظمت اور حقانیت کے نعرے ہی بلند کئے۔اپنے ساتھیوں کو بھی یاد کروایا کہ فتح سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ بدر کا دن خدا کے وعدے پورے ہونے کا دن ہے۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس گڑھے پر تشریف لے گئے جس میں سرداران قریش کی لاشیں تھی تو ان کا یہ عبرتناک انجام دیکھ کر افسوس اور حسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ’’کیا تمہیں یہ بات خوش کرتی ہے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی یا اپنا یہ انجام پسند ہے۔ہم نے تو اپنے رب کے وعدوں کو سچا پالیا۔تم نے بھی خدا کے وعدے کو سچا پایا نہیں؟‘‘(بخاری) 15

احسان کا پاس

غزوات میں رسول اللہؐ کا احسان اور وفا کا خلق بھی بڑی شان سے ظاہر ہوا۔ایک واقعہ قریش کے مشرک سردار مطعم بن عدی کا ہے، جو بنونوفل کا سردار اور قریش کی سربرآوردہ شخصیات میں سے تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کے قبیلہ بنو ہاشم اور مسلمانوں کو شعب ابی طالب میں محصور کر کے بائیکاٹ کرنے کا جو معاہدہ لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکایا گیا تھا، اس کو ختم کرانے کی مہم میں مطعم نے نمایاں خدمت انجام دی تھی۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ والوں سے مایوس ہو کر تبلیغ اسلام کے لئے طائف تشریف لے گئے تھےتو عرب کے دستور کے مطابق آپؐ کو مکہ میں واپس آنے سے پیشتر کسی سردار کی پناہ میں آنا ضروری تھا، جسے جوار یعنی پناہ کہتے تھے۔ رسول اللہؐ نے کئی سرداروں کو پناہ لینے کے لئے پیغام بھیجا، سب نے انکار کیا، مطعم بن عدی وہ شریف النفس سردار تھا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں دوبارہ داخلہ کے لئے اپنی پناہ دی۔ اس کے چاروں بیٹے تلواروں کے سایہ میں رسول اللہؐ کو مکہ لائے اور آپؐ کو امان دینے کا اعلان کیا۔ افسوس کہ اس منصف مزاج سردار کو اسلام قبول کرنے کی توفیق نہ ملی اور بدر سے پہلے ہی سو سال کے لگ بھگ عمر پا کر وفات پا گیا۔ (عمدۃ القاری) 16

بدر کی فتح کے بعد جب ستر مشرکین مکہ بطور قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے تو نبی کریمؐ اُس وقت بھی مطعم بن عدی کا احسان نہیں بھولے اور فرمایا ”اگر آج مطعم زندہ ہوتا اور ان قیدیوں کو آزاد کرنے کے لئے مجھے سفارش کرتا تو میں ان تمام قیدیوں کو اُس کی خاطر آزاد کر دیتا۔“

غزوۂ احد میں دور اندیشی

غزوات النبی میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کھل کر سامنے آئے، وہاں آپ کی قائدانہ صلاحیتوں، حکمت عملی اور دور اندیشی کا بھی کھل کر اظہار ہوا۔غزوۂ احد کے موقع پر جب آپؐ نے شہر مدینہ سے باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کا ارادہ فرمایا تو شہر کو دشمن سے حفاظت کی خاطر اپنے پیچھے رکھا ایک طرف سے احد پہاڑ کی آڑ لیکر اُسے ڈھال بنایا۔اسی دوران حضورؐ کی نظر اس پہاڑی درے پر پڑی جہاں سے دشمن کے حملے کا خطرہ ہوسکتا تھا۔آپؐ نے وہاں پچاس تیر انداز عبداللہؓ بن جبیر کی سرکردگی میں مقرر فرمائے اور انہیں جو ہدایات دیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بہترین جرنیل ہوتے ہوئے درے کی نزاکت کا کتنا احساس تھا۔آپؐ نے فرمایا کہ ’’اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمارے لاشوں کو اچک رہے ہیں پھر بھی تم نے درہ نہیں چھوڑنا سوائے اس کے کہ میرا پیغام تمہیں پہنچے۔‘‘ (بخاری) 17

صحابہ کی تربیت

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن جب لوگ پسپا ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (چند ساتھیوں کے ساتھ) رہ گئے تو ابوطلحہؓ حضور کے سامنے اپنی ڈھال لیکر کھڑے ہوگئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر دشمن کی طرف دیکھنا چاہتے تو ابوطلحہؓ عرض کرتے میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ اس طرح سے دشمن کی طرف نہ جھانکیے کہیں دشمن کا کوئی تیر آپ کو لگ نہ جائے۔

(آقا) آج میرا سینہ آپ کے سینہ کے آگے سپر ہے۔ مجھے تیر لگتا ہے تو لگے آپؐ محفوظ رہیں۔(بخاری) 18

ابوطلحہؓ بڑے جی دار اور بہادر تھے، زبردست تیرانداز۔طاقتور ایسے کہ کمان کو زور سے کھینچتے تو ٹوٹ کر رہ جاتی۔احد میں آپ نے دو یا تین کمانیں توڑ ڈالیں۔ایسی تیزی سے آپ تیراندازی کر رہے تھے کہ تیر بانٹنے والا جب اپنا ترکش لیکر حضورؐ کے پاس سے گذرتا تو آپ فرماتے ارے !ابوطلحہ کے لئے تیر پھیلا دو۔(بخاری) 19

جنگ میں سپاہیوں کی مدد اور تالیف قلب

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان فرماتے ہیں کہ احد کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ترکش میرے لئے پھیلا دیا تھا۔آپؐ میری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے) فرماتے تھے کہ" اے سعد! تیر چلاؤ۔میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔"(بخاری) 20

غزوہ احد میں جب مشرکین پسپا ہو رہے تھے تو (ان میں سے) کسی شیطان نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے آواز بدل کر یہ نعرہ لگایا اے اللہ کے بندو! پیچھے پلٹو۔یعنی پیچھے سے تم پر حملہ ہو گیا ہے۔چنانچہ مسلمانوں کا اگلا دستہ پیچھے کو پلٹ کر حملہ آور ہوا اور اپنے ہی مسلمانوں بھائیوں سے ایسا الجھ کر رہ گیا کہ اپنے پرائے کی تمیز اور ہوش نہ رہی۔حضرت حذیفہؓ نے اچانک دیکھا تو ان

کے والد یمان (جو مخلص صحابی تھے) خود مسلمانوں کے نرغے میں، ان کی تلواروں کی زد میں تھے۔ وہ بے چارے چلاتے رہے کہ اے اللہ کے بندو! یہ میرا باپ ہے، یہ میرا باپ ہے اس کو بچانا۔ انکی آواز شور میں دب کر رہ گئی اور حذیفہؓ کے والد یمانؓ مسلمانوں کے ہاتھوں ہی احد میں شہید ہوگئے۔ (بخاری) 21 رسول کریمؐ نے اپنے اس صحابی کی تالیف قلب فرمائی اوران کے والد کی دیت انہیں دلوائی۔

محمود بن لبیدؓ انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت یمانؓ وہ مخلص صحابی تھے جو باوجود بڑھاپے کے غزوۂ احد میں شامل ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکواور ایک اور بوڑھے صحابی ثابتؓ کو حفاظت کے لئے عورتوں کے پاس مدینہ میں رہنے کیلئے چھوڑا تھا۔ مگر انہیں شہادت کا جوش آیا تو وہ دونوں مسلمانوں کے قدم اکھڑنے کے بعد میدان احد میں آکر ملے۔ ثابتؓ تو مشرکوں کے ہاتھوں شہید ہوئے اور یمانؓ غلط فہمی سے مسلمانوں کے جھرمٹ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے بھائی عتبہ بن مسعودؓ کے ہاتھوں مارے گئے۔ حذیفہؓ نے صرف اتنا کہا تم نے میرے باپ کو قتل کر دیا۔ جواب ملا کہ ہم انہیں شناخت نہ کر سکے۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے۔ یہاں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل گرفتہ صحابی حضرت حذیفہؓ کا اتنا خیال رکھا ان کے والد کی دیت سو اونٹ بیت المال سے ادا فرمائی۔ حضرت حذیفہؓ نے وہ سارے کا سارا مال مستحق مسلمانوں میں بطور صدقہ تقسیم کر دیا۔ یوں اخلاص و ایثار میں ان کا

مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اور بھی بڑھ گیا۔(عینی) 22

احد میں جنگی حکمت عملی

احد کے موقع پر خالی درہ سے دشمن کے حملہ کے نتیجہ میں کئی مسلمان شہید ہو چکے تھے اور دشمن کے حملہ کا سارا زور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگ اصحاب پر تھا۔ اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی کی حکمت عملی اختیار فرمائی تاکہ اسلامی قیادت کی حفاظت کی جا سکے۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے میں نے رسول اللہؐ کو (درہ میں خود پہنے) پہچان کر کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نبی کریمؐ نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر از راہِ مصلحت اپنی زرہ مجھے پہنائی اور میری زرہ خود پہن لی۔ مجھ پر حملہ کرنے والا یہی سمجھتا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر رہا ہے۔ مجھے اس روز بیس زخم آئے۔ (ھیثمی) 23

اُس وقت اسلامی قیادت کی حفاظت کا معاملہ بہت اہم تھا۔ جس کے لئے حضورؐ نے یہ پُر حکمت طریق اختیار فرمایا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو احد میں سخت تکلیف اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ آپؐ کی زندگی کے صدموں میں بڑا بھاری صدمہ تھا۔ ایک دکھ تو یہ تھا کہ درہ پر مقرر تیر اندازوں نے آپؐ کے ارشاد کی تعمیل نہ کی جس کا خمیازہ پوری مسلمان قوم کو بھگتنا پڑا، دوسرا بڑا غم مسلمانوں کی ستر قیمتی جانوں کے نقصان کا تھا۔

تیسرے آپؐ خود اس جنگ میں بری طرح زخمی ہوئے تھے۔ مگر اس وقت بھی آپؐ نے کمال وقار کے ساتھ نہایت صبر و حوصلہ کا نمونہ دکھایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دانت شہید ہو گئے تھے۔ چہرہ زخمی تھا اور اس سے خون بہ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خون پونچھتے جاتے اور فرماتے، ''یہ قوم کیسے کامیاب ہوگی جنہوں نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلودہ کیا ہے حالانکہ وہ انہیں خدا کی طرف بلاتا ہے۔'' (مسلم) 24

حضورؐ کی یہ تکلیف صحابہ کیلئے بہت گراں تھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ مشرکین مکہ کے خلاف بددعا کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ مجھے تو اسلام کی طرف دعوت دینے والا اور رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ پھر آپؐ نے دعا کی ''اے اللہ! میری قوم کو معاف کر دے یہ لوگ جانتے نہیں۔'' (مسلم) 25

حوصلہ افزائی

ابو دجانہؓ انصاری احد کے دن سر پہ سرخ پٹی باندھے دو صفوں کے درمیان اکڑ کر چل رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ چال خدا کو پسند نہیں مگر آج اس جگہ دشمن کے مقابلہ میں پسند ہے۔ (ھیثمی) 26

احد میں ھزیمت کے بعد استقامت اور راضی برضا

احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر صحابہ شہید ہوئے اور خود بھی زخموں سے لہولہان ہوگئے۔ آپؐ کا دل صحابہ کی جدائی پر غمگین تھا مگر خدا کے وعدوں پر کامل یقین تھا۔ آپ کے ایمان اور استقامت میں ذرہ برابر بھی کوئی فرق نہیں آیا جس کا اندازہ آپؐ کی اس دعا سے ہوتا ہے جو آپؐ نے مشرکین مکہ کے واپس لوٹ جانے کے بعد کی، جو آپؐ کے دلی جذبات کی آئینہ دار ہے۔ آپؐ نے تمام صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا کہ صف بستہ ہو جاؤ تا کہ ہم سب اپنے رب کی حمد و ثنا کرسکیں۔

خوشی اور فتح کے موقع پر تو دنیا کو خوشی مناتے اور شکر کرتے دیکھا ہے لیکن آؤ آج ابتلا اور مصیبت میں بھی خدا کے اس عظیم بندے کو اپنے رب کی حمد و ستائش کرتے دیکھیں جنہوں نے ہر حال میں راضی برضاء الٰہی رہنا سیکھا تھا۔ میدان اُحد میں رسول اللہؐ نے اپنے صحابہ کی حلقہ بندی کر کے اُن کی صفیں بنوائیں اور اُن کے ساتھ مل کر یوں دعا کی۔ ’’اے اللہ! سب حمد اور تعریف تجھے حاصل ہے۔ جسے تو فراخی عطا کرے اسے کوئی تنگی نہیں دے سکتا اور جسے تو تنگی دے اسے کوئی کشائش عطا نہیں کرسکتا۔ جسے تو گمراہ قرار دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے تو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔ جسے تو نہ دے اسے کوئی عطا نہیں کرسکتا اور جسے تو عطا کرے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جسے تو دور کرے اسے کوئی قریب نہیں کرسکتا اور جسے تو قریب کرے اسے کوئی دور کرنے والا نہیں۔ اسے اللہ ہم پر اپنی برکات رحمتوں فضلوں اور رزق کے دروازے کھول

دے۔اے اللہ میں تجھ سے ایسی دائمی نعمتیں مانگتا ہوں جو کبھی زائل ہوں نہ ختم ہوں۔اے اللہ میں تجھ سے غربت وافلاس کے زمانہ کے لئے نعمتوں کا تقاضا کرتا ہوں اور خوف کے وقت امن کا طالب ہوں۔اے اللہ جو کچھ تو نے ہمیں عطا کیا اس کے شرّ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔اور جو تو نے نہیں دیا اس کے شرّ سے بھی۔ اے اللہ! ایمان ہمیں محبوب کر دے، اور اسے ہمارے دلوں میں خوبصورت بنا دے، کفر، بدعملی اور نافرمانی کی کراہت ہمارے دلوں میں پیدا کر دے اور ہمیں ہدایت یافتہ لوگوں میں سے بنا۔ اے اللہ! ہمیں مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دے، مسلمان ہونے کی حالت میں زندہ رکھ اور صالحین میں شامل کر دے۔ہمیں رسوانہ کرنا، نہ ہی کسی فتنہ میں ڈالنا۔اے اللہ! ان کافروں کو خود ہلاک کر جو تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیری راہ سے روکتے ہیں ان پر سختی اور عذاب نازل کر۔اے اللہ! ان کافروں کو بھی ہلاک کر جن کو کتاب دی گئی کہ یہ رسول حق ہے۔(احمد) 27

شجاعت

احد میں مسلمانوں کے ستر افراد شہید ہوئے اور مشرکین فتح کی خوشی مناتے واپس لوٹے تو روحاء مقام پر جا کر ابوسفیان مشرکین مکہ کو طعنہ دیتے ہوئے کہنے لگا کہ نہ تو تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا، نہ عورتوں کو قید کیا۔ پھر احد کے معرکہ کو فتح کیسے قرار دے سکتے ہو۔(ھیثمی) 28

چنانچہ مشرکین مکہ نے دوبارہ مدینہ پر حملہ کا ارادہ کیا۔ رسول کریمؐ کو اس کی خبر ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ ہم اہل مکہ کو مدینہ پر حملہ آور ہونے کا موقع نہ دیں گے، بلکہ آگے جا کر دشمن کا تعاقب کریں گے۔ احد کی شہادتوں اور وقتی ھزیمت کے بعد یہ فیصلہ اتنا کٹھن تھا کہ اسے سن کر صحابہ ایک دفعہ تو سناٹے میں آ گئے۔ سوچتے ہونگے کہ زخموں اور غم سے نڈھال ہونے کی حالت میں دشمن کا مقابلہ کیسے کریں گے، تب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت مردانگی پختہ عزم توکل علی اللہ اور قائدانہ صلاحیت کا عجیب نظارہ صحابہ نے دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں دشمن کو مدینہ پر حملہ کا موقع دینا نہیں چاہتا۔ اس لئے اُن کے تعاقب کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اگر ایک آدمی بھی میرا ساتھ نہ دے تو میں بہر حال دشمن کے پیچھے جاؤں گا اور اس راہ میں اپنی جان بھی فدا کرنی پڑے تو کر گزروں گا۔

صحابہ نے اپنے سپہ سالار اعظم کا یہ حوصلہ دیکھا تو والہانہ لبیک کہتے ہوئے آپ کے ہمرکاب ہو کر چل پڑے۔ کئی صحابہ زخموں سے چوُر تھے کہ انہیں اُٹھا کر حمراء الاسد لے سے جایا گیا۔ کفار کو مسلمانوں کی اس پیش رفت کا پتہ چلا تو وہ مکہ واپس لوٹ گئے۔

یہود مدینہ کی عہد شکنی اور آنحضرتؐ کے احسانات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے کے بعد یہود کے

تین قبائل بنو قینقاع بنو نضیر اور بنو قریظہ کے ساتھ امن و صلح سے رہنے کا معاہدہ کیا۔ یہود کے یہ تینوں قبیلے مدینہ کے جنوب مشرق میں چار پانچ میل کے اندر پھیلے ہوئے تھے۔ 2ھ میں بدر میں مسلمانوں کی فتح کے بعد یہود کے تیور بدلنے شروع ہوئے اور انہوں نے مدینہ کے مشرکین اور منافقین سے مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور ریشہ دوانیاں شروع کر دیں۔ یہود بنو قینقاع اس میں پیش پیش تھے۔

جب اس معاہدہ شکنی، فساد اور بے حیائی کی ان سے پوچھ گچھ کی گئی تو وہ قلعہ بند ہو کر مسلمانوں سے جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ اس کی سزا اُن کی شریعت کے مطابق تو یہ تھی کہ ان کے جنگجو مردون کو قتل اور عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے۔ (استثناء 20/13) لیکن یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان، شفقت اور وسعت حوصلہ تھا کہ آپؐ نے ان کی جان بخشی فرما دی۔ لیکن چونکہ مدینہ میں ان کا رہنا خطرناک تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قینقاع کو بدعہدی پر مدینہ سے چلے جانے کا حکم دیا۔

3ھ میں یہود کے سب سے بڑے قبیلے بنو نضیر کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف اہل مکہ سے ساز باز رکھنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدام قتل کے منصوبہ کی صورت میں بدعہدی ظاہر ہوئی۔ (بخاری) 29

جب ان سے مؤاخذہ کیا گیا تو وہ بھی قلعہ بند ہو کر مسلمانوں سے برسر پیکار ہو گئے اور پندرہ دن بعد انہوں نے مال و اسباب سمیت مدینہ سے نکل جانے کی شرط پر قلعوں کے دروازے کھول دیئے۔ (ابن ھشام) 30

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقصد چونکہ ان کی شرارتوں کا سدّ باب تھا۔اس لئے آپؐ نے یہود پر احسان کرتے ہوئے یہ شرط مان لی اور 4ھ میں بنونضیر کے یہودی اپنے اہل وعیال،تمام تر مال واسباب اور سونے چاندی کے قیمتی زیورات وغیرہ ساتھ لے کر ڈھول باجے بجاتے اور قومی گیت گاتے ہوئے بڑی شان اور طمطراق کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔(زرقانی) 31

یہود کے سردار سلام بن ابی الحقیق نے اپنا قیمتی خزانہ مسلمانوں کو دکھاتے ہوئے کہا ایسے نازک حالات کیلئے ہم نے یہ مال جمع کر رکھا تھا۔یہودی جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہد کے پابند ہیں۔وہ ہمارے مال واسباب سے تعرض نہیں کریں گے اور ہمارے مال محفوظ ہیں۔اس لئے اعلانیہ مال دکھاتے ہوئے گئے۔بنونضیر کے سرداروں میں سے حیی بن اخطب،کنانہ بن ربیع اور سلام بن ابی الحقیق اپنے خاندان سمیت خیبر کے قلعہ بند شہر میں جا کر آباد ہوگئے اور ایک قلعہ کی سرداری حاصل کر لی۔

مدینہ سے یہود کے اخراج کے بارہ میں منٹگمری واٹ جیسا معاند اسلام بھی تسلیم کرتا ہے کہ ''یہود کو ان کے مخالفانہ طرز عمل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازشیں کرنے کی وجہ سے مدینہ سے نکالا گیا۔''(واٹ) 32

قبیلہ بنونضیر اپنی اس جلاوطنی کی وجہ سے اسلام کا پہلے سے کہیں بڑھ کر دشمن ہو چکا تھا۔اسی انتقام کی آگ میں جلتا ہوا اس قبیلہ کا سردار حیی بن اخطب مسلسل قبائل عرب اور اہل مکہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف

اکساتا رہتا تھا۔ حیی بن اخطب کی اشتعال انگیزیوں کے نتیجہ میں ہی جنگ احزاب میں سارا عرب متحد ہوکر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔تو مسلمانوں نے شہر کے گرد خندق کھود کر اپنا دفاع کیا تھا۔ حیی بن اخطب نے مدینہ کے نواح میں بسنے والے آخری یہودی قبیلہ بنوقریظہ کو بھی مسلمانوں کے خلاف اکسا کر غداری پر آمادہ کرلیا۔جس سے مسلمانانِ مدینہ کی جانوں کی حفاظت کا بہت بڑا خطرہ پیدا ہوگیا، کیونکہ انہوں نے بنوقریظہ سے معاہدہ کی وجہ سے ان کی سمت کومحفوظ خیال کرتے ہوئے اس طرف خندق نہیں کھودی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان لشکروں کوتو پسپا کرنے کے سامان کردیئے، لیکن اس طرح اس موقع پر یہودِ خیبر کی کھلم کھلا عداوت اور بنوقریظہ کی غداری اور بغاوت کھل کر سامنے آگئی۔(ابن ھشام)33

احزاب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنوقریظہ کوان کی غداری اور محاربت پر گرفت کرنے نکلے تو وہ بھی قلعہ بند ہوگئے۔ بالآخر انہوں نے رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے حضرت سعدؓ بن معاذ انصاری کو (جو اسلام سے قبل ان کے حلیف رہ چکے تھے) فیصلہ کرنے کیلئے اپنا حکم مانا۔ حضرت سعدؓ نے یہودی شریعت کے مطابق بنوقریظہ کے لڑنے والے مردوں کوقتل اورعورتوں کوقیدی بنانے کا فیصلہ دیا۔(بخاری)34

غزوہ ذی قرد

مسلمانوں کے خلاف پہلی جنگی کاروائی کا آغاز یہود کے حلیف قبائل

غطفان کے ایک قبیلہ بنو فزارہ نے سنہ ۷ ھ میں کر دیا تھا۔ انہوں نے ذی قرد کی چراگاہ پر، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مویشی اونٹ وغیرہ چرایا کرتے تھے حملہ کر دیا اور چند اونٹنیاں لُوٹ کر لے گئے۔ ایک بہادر نوجوان صحابی سلمہؓ بن الاکوع نے ان کا تعاقب کیا اور عین اس وقت جب وہ پانی کے ایک چشمہ پر محو استراحت تھے، تیروں کی بوچھاڑ کر کے ان کو بھگا دیا اور اونٹنیاں واپس لے آئے۔ نبی کریمؐ کو اس اچانک حملہ کی خبر ہوئی تو آپؐ صحابہ کے ساتھ تشریف لائے۔ بہادر سلمہ بن الاکوعؓ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں دشمن کا مزید تعاقب کرنے کی درخواست کی اور کہا کہ میں نے انہیں چشمہ کا پانی نہیں پینے دیا تھا وہ سخت پیاسے ہیں اور آگے چشمہ پر ضرور مل جائیں گے۔ ہمارے سید و مولا رحمتہ اللعالمینؐ نے اس کا کیا خوبصورت جواب دیا۔ ایک فقرہ کہہ کر گویا دریا کوزے میں بند کر دیا۔ نہیں نہیں بلکہ رحمتوں کا سمندر ایک فقرے میں سمو دیا۔ فرمایا اے سلمہ اِذَا مَلَکْتَ فَاسْجَحْ کہ جب دشمن پر قدرت حاصل ہو جائے تو پھر عفو سے کام لیا کرتے ہیں۔ (مسلم) 35

اے رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم! تجھ پر سلامتی ہو تجھ پر ہزاروں رحمتیں! ہم نے عفو کی تعلیم کے چرچے تو دنیا میں بہت سنے لیکن عفو و رحمت کے نمونے تیرے وجود باجود ہی سے دیکھے۔ ہاں ہاں تیرے ہی دم قدم سے عفو و کرم کے ایسے چشمے پھوٹے کہ اپنے تو اپنے بیگانے بھی اس سے فیضیاب ہوئے۔

غزوۂ احزاب میں خلق عظیم

جنگ احد کے بعد جنگ احزاب مسلمانانِ مدینہ کا ایک بہت سخت اور کڑا امتحان تھا۔ جس میں مدینہ سے نکالے گئے یہود بنی نضیر کے اُکسانے پر قبائل عرب بنو غطفان، بنوسلیم وغیرہ نے قریش مکہ کے ساتھ مل کر مدینہ پر اجتماعی حملہ کا خوفناک منصوبہ بنایا۔ اس کے لئے چار ہزار کا لشکر ابتداء میں ہی جمع ہو گیا۔ جس میں تین صد گھڑ سوار اور ڈیڑھ ہزار شتر سوار تھے۔ ابوسفیان کی سرکردگی میں یہ لشکر مکے سے نکلا تو دیگر قبائل بنواسد، فزارہ، اشجع، بنومرہ وغیرہ اسمیں شامل ہوتے چلے گئے اور مدینہ پہنچنے تک قبائل عرب کی متحدہ فوجوں کا یہ لشکر دس ہزار تک پہنچ گیا۔ اسکے مقابل مسلمان صرف تین ہزار تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کی اطلاع پا کر صحابہ سے مشورہ کیا اور سلمان فارسیؓ کی رائے قبول کرتے ہوئے مدینہ کی حفاظت کے لئے اس کے گرد ایک خندق کھودنے کا فیصلہ ہوا۔ اس مدبرانہ فیصلہ سے مسلمانوں کے جان و مال تمام متحدہ قبائل عرب سے محفوظ رہے، ورنہ وہ انتقام کی آگ میں جلتے ہوئے مسلمانوں کو اچک لینے کے ارادے لے کر آئے تھے۔

اس نہایت نازک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائدانہ صلاحیتیں خوب نکھر کر سامنے آئیں، ہر چند کہ یہ موقع مسلمانوں کی زندگی کے سب سے بڑے خطرے کا تھا۔ قرآن شریف کے بیان کے مطابق ان کی زندگیوں پر

ایک زلزلہ طاری تھا اور جانیں حلق تک پہنچی ہوئی تھیں۔ مگر رسول خداؐ تھے کہ سب کے لئے ڈھارس، حوصلے اور سہارے کا موجب تھے۔

پہلے تو آپؐ صحابہ کے ساتھ مل کر خندق کی کھدائی میں مصروف نظر آتے ہیں۔ کبھی کوئی سخت چٹان حائل ہو جاتی ہے، جو کسی سے نہیں ٹوٹتی تو خود خدا کا رسول وہاں پہنچتا ہے۔ حال یہ ہے کہ فاقہ سے دو پتھر پیٹ پر باندھ رکھے ہیں مگر کدال لیکر تین ضربوں سے پتھر کو ریزہ ریزہ کر چھوڑتے ہیں۔

اس نازک موقع پر بھی خدا کے وعدوں پر ایمان و یقین کا یہ عالم ہے کہ وحی الٰہی کی روشنی میں صحابہ کے حوصلے بڑھاتے اور انہیں بتاتے ہیں کہ ہر ضرب پر جو اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا گیا تو شام و ایران اور صفعا و یمن کے محلات مجھے دکھائے گئے اور ان کی چابیاں مجھے عطا کی گئیں۔ (احمد)[36] یہ سن کر ان فاقہ کشوں کے حوصلے کتنے بلند ہوئے ہونگے۔ جنہیں جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔

بعد کے حالات نے یہ بھی ثابت کیا کہ خندق کے ذریعہ محصور ہو کر مسلمانوں کے دفاع کا فیصلہ کتنا مدبرانہ اور دانشمندانہ تھا۔ بلاشبہ وہ خندق نہتے مسلمانوں، معصوم بچوں اور عورتوں کیلئے متحدہ قبائل عرب کے خونخوار اور بپھرے ہوئے لشکروں سے پناہ کا ذریعہ بن گئی جو مدینہ کو لوٹنے اور مسلمان مردوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈیاں بنا کر کر ساتھ لے جانے کے ارادے سے نکلے تھے۔ مگر ایک طرف طویل محاصرہ نے ان کے حوصلے پست کئے تو دوسری طرف الٰہی

نصرت مسلمانوں کے شامل حال ہوئی اور سخت سردی کے اُن ایام میں اچانک طوفانی آندھی سے سب لشکر پسپا ہوگئے۔ اُس وقت بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی عظمت کا نعرہ ہی بلند کیا اور فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ نَصَرَ عَبْدَہٗ وَ ھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ کہ اس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جس نے اپنے لشکر کی مدد کی اور تنہا تمام لشکروں کو پسپا کردیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فراست کی عجیب شان بھی اس موقع پر ظاہر ہوئی آپؐ نے فرمایا کہ آئندہ کبھی اس طرح محصور ہوکر ہم حملہ آور ہونے کا موقع نہ دیں گے بلکہ آگے بڑھ کر دفاع کریں گے۔ (بخاری) [37]

غزوۂ احزاب میں خلق عظیم

بحیثیت سالار فوج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احساس ذمہ داری بھی غیر معمولی تھا۔ غزوہ خندق کے مخدوش حالات میں حفاظتی حکمت عملی بہت ضروری تھی۔ جس میں اسلامی قیادت کی حفاظت سرِ فہرست تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں مخفی مقام پر رہائش رکھتے تھے اور صحابہ کے ایک خاص دستہ کے علاوہ عام لوگوں کو اُس جگہ کی خبر نہ ہوتی تھی۔ حضورؐ کے ساتھ ڈیوٹی پر مامور صحابہ میں طلحہؓ، زبیرؓ، علیؓ، سعدؓ، اور انصار میں سے ابودجانہؓ اور حارثؓ بن الصمہ تھے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں۔ جنگ احزاب کے زمانہ میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نازک جگہ کی بڑی فکر رہتی تھی جہاں سے حملے کا خطرہ ہوسکتا تھا۔آپؐ اس پر ہمہ وقت نظر رکھتے تھے، جب بھی آ کر سونے لگتے اور ذرا سی آہٹ پاتے تو اُٹھ کھڑے ہوتے۔ایک دفعہ جو اسلحہ کی جھنکار سنی تو پوچھا کون ہے؟ یہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا کہ وہ اس نازک مقام پر پہرہ دیں۔اس رات رسول اللہؐ تسلی سے سوئے۔(ھیثمی)[38]

غزوہ حدیبیہ میں اخلاق فاضلہ

حدیبیہ کا واقعہ بھی مسلمانوں کیلئے ایک اور امتحان بن کر آیا۔مگر اس موقع پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہوئے۔

ہر چند کہ حدیبیہ کا سفر کسی غزوہ یا جہاد کی غرض سے نہیں تھا، بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک رؤیا کی تکمیل کی خاطر طواف بیت اللہ کی ایک کوشش تھی۔رؤیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا کہ آپؐ اپنے صحابہ کی معیت میں امن کے ساتھ خانہ کعبہ میں داخل ہوکر طواف کررہے ہیں۔اس رؤیا کو طواف بیت اللہ کیلئے ایک الٰہی اشارہ سمجھتے ہوئے ذوالقعدہ 6ھ میں آپؐ نے اپنے چودہ سو صحابہ کے ساتھ مکہ کیلئے رخت سفر باندھا۔طوائف الملوکی کے اس دور میں تلوار عرب مسافروں کے لباس کا لازمی حصہ تھا۔رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے رؤیا کے مطابق امن کی علامت کے طور پر مسلمانوں کو تلواریں بھی نیام میں رکھنے کا حکم دیا۔ ان کے علاوہ کوئی جنگی ہتھیار ساتھ رکھنے کی اجازت نہیں تھی، مسلمانوں نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھ لئے تھے اور طواف کے بعد قربانی کرنے کیلئے جانور اپنے ساتھ رکھ لئے تھے۔ ادھر اہل مکہ کو پتہ چلا تو انہوں نے مسلمانوں کو طواف بیت اللہ سے روکنے کا فیصلہ کیا اور اس غرض سے ایک لشکر جس میں دوسو گھڑ سوار تھے۔ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے تیار کیا۔ مکہ کے قریب حدیبیہ مقام پر رسول اللہؐ کی اونٹنی رُک گئی وہ کسی طرح بھی آگے نہ بڑھتی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے ہر حال میں راضی برضا رہنا سیکھا تھا۔ فرمانے لگے یہ اونٹنی خود نہیں رُکی الٰہی منشا یہی معلوم ہوتا ہے۔ جس خدا نے ہاتھیوں کو خانہ کعبہ پر حملہ سے روکا تھا، اُسی خدا نے آج اسے بھی روکا ہے، تا بیت اللہ کا امن خراب نہ ہو۔ پھر آپؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی بھی ایسا مطالبہ جو قریش مکہ مجھ سے کریں جس سے اللہ کی قابل احترام چیزوں کی حرمت قائم ہوتی ہو، میں لازماً اسے قبول کرونگا۔

عرب سردار بُدیل بن ورقاء قریش کی طرف سے پہلی سفارت کے طور پر مسلمانوں کو طواف کعبہ سے روکنے کا پیغام لے کر آیا۔ اس نے خوب ڈرانے کی کوشش کی اور کہا کہ اہل مکہ نے اردگرد سے کئی جنگجو اکٹھے کر لئے ہیں اور وہ خدا کی قسمیں کھا رہے ہیں کہ آپ کو امن سے طواف بیت اللہ نہیں کرنے دیں گے۔ رسول اللہؐ نے کس شان اور وقار سے جواب دیا کہ ہمارا مقصد جنگ وقتال

نہیں ۔ہم تو محض طواف بیت اللہ کی غرض سے آئے ہیں ۔ پھر آپؐ نے اپنے اس مضبوط موقف کے اظہار کیلئے کھل کر فرمایا کہ ’’ اس مقصد میں جو روک بنے گا اس سے مجبوراً ہمیں جنگ بھی کرنی پڑی تو کریں گے ،سوائے اس کے کہ قریش ہم سے کسی خاص مدت تک معاہدہ صلح کر لیں ۔‘‘

رسول اللہؐ کا یہ عزم بالجزم دیکھ کر اہل مکہ کے موقف میں نرمی آئی اور عروہ بن مسعود ان کی طرف سے یہ پیغام لایا کہ اس سال مسلمان واپس چلے جائیں اور اگلے سال آ کر طواف کر لیں ۔ یہ محض ضد اور ہٹ دھرمی تھی مگر رسول اللہؐ تو قدم قدم پر امن کے متلاشی تھے ۔آپؐ نے حضرت عثمانؓ بن عفان کو مکے بھجوایا تا کہ وہ اپنے اثر ورسوخ سے سردارانِ قریش میں کوئی نرم گوشہ تلاش کریں ۔ان کے مذاکرات اس قدر طویل ہوگئے کہ مشہور ہوگیا عثمان شہید کر دیئے گئے ۔ یہ بھی دراصل مشیئت الٰہی تھی ، کیونکہ یہ خبر سن کر عثمانؓ کا بدلہ لینے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے موت پر بیعت لی اور مٹھی بھر صحابہ کے جذبوں کو ایسا جوان کر دیا کہ وہ آسمان سے باتیں کرنے لگے ۔اب وہ ہر حال میں مرنے مارنے پر تیار تھے اور کسی طرح طواف کئے بغیر ٹلنے والے نہ تھے ، لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امن اور تعظیم حرم بیت اللہ کی خاطر قدم قدم پر نہ صرف اپنی بلکہ اپنے صحابہ کے جذبات کی قربانی بھی پیش کی ۔

نمائندہ قریش سہیل بن عمروؓ کے ساتھ معاہدہ صلح تحریر کرتے ہوئے رسول اللہؐ نے فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمان الرحیم تو سہیل نے کہا میں

رحمان کو نہیں جانتا ہاں یہ لکھو تیرے نام کے ساتھ اے اللہ! اس پر مسلمان کہنے لگے خدا کی قسم ہم تو بسم اللہ الرحمان الرحیم ہی لکھیں گے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چلو یہی لکھ لو کہ اللہ کا نام ہی ہے غیر اللہ کا تو نہیں۔

پھر جب آپؐ لکھوانے لگے کہ یہ معاہدہ محمد رسول اللہؐ کا قریش کے ساتھ ہے، تو سہیل پھر اَڑ گیا کہ اگر ہم آپؐ کو اللہ کا رسول مانتے تو بیت اللہ سے کیوں روکتے اسلئے محمد بن عبداللہ لکھو۔

بلاشبہ مسلمانوں کیلئے یہ بھی تکلیف دہ بات تھی، مگر رسول اللہؐ نے فرمایا خدا کی قسم میں تو اللہ کا رسول ہوں خواہ تم میری تکذیب کرو۔ لیکن صلح کی خاطر میں اس پر بھی راضی ہوں کہ محمد بن عبداللہ ہی لکھ لو۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا کہ یہ صلح اس شرط پر ہے کہ تم ہمیں امن سے طواف کرنے دو گے۔ سہیل نے کہا سارے عرب کیا کہیں گے کہ ہم نے اتنا جلدی شکست قبول کر لی، اسلئے اس سال نہیں ہاں اگلے سال آپ لوگ طواف کر سکو گے۔ چنانچہ یہی لکھا گیا۔

پھر سہیل نے یہ شرط لکھوائی کہ ہماری طرف سے کوئی آدمی مسلمان ہو کر اور بھاگ کر مدینہ جائے گا تو آپؐ اسے مکہ واپس لوٹائیں گے۔

مسلمان اس پر سخت جذباتی ہو کر کہنے لگے کہ مظلوم مسلمانوں کو ہم کیسے مشرکوں کے حوالے کر دیں گے؟ ابھی یہ شرط طے نہیں پائی تھی اور بحث جاری تھی

کہ سہیل کا مظلوم بیٹا ابوجندل (جو مسلمان تھا اور اسے سہیل نے قید کر رکھا تھا) پا بجولاں، ہتھکڑیاں اور بیڑیاں اُٹھائے آیا اور رحم کی بھیک مانگتے ہوئے اپنے آپ کو مسلمانوں کے سامنے ڈال دیا۔ سہیل کہنے لگا اب میری پہلی شرط یہ ہوگی کہ ابوجندل ہمیں واپس لوٹا دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی اس شرط کا فیصلہ نہیں ہوا اور معاہدہ کی تکمیل بھی نہیں ہوئی، ابوجندل کو لوٹانے کا کیا سوال ہے۔ مگر سہیل نے کہا کہ خدا کی قسم! پھر میں معاہدہ نہیں کرونگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا تمہاری شرط مان لیتے ہیں، اب تم میری خاطر ہی ابوجندل کو چھوڑ دو۔ سہیل نے کہا میں اسے آپؐ کی خاطر بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ آپؐ نے پھر اصرار کیا کہ نہیں تمہیں چھوڑنا ہوگا۔ مگر سہیل راضی نہ ہوا۔

ابوجندل نے اپنی قسمت کا فیصلہ خلاف ہوتے دیکھا تو دہائی دینے لگا کہ اے مسلمانو! کیا میں اس حالت مظلومیت میں مشرکوں کی طرف واپس لوٹایا جاؤں گا حالانکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ تم دیکھتے نہیں انہوں نے مجھے اذیتیں دے کر میرا کیا حال کر رکھا ہے؟ اُس وقت مسلمانوں کے ہوش وحواس جواب دے چکے تھے۔ حضرت عمرؓ جیسے جری کے حوصلے بھی اس ابتلا میں پست ہو گئے۔ وہ رسول اللہؐ سے مخاطب ہوئے کہ کیا آپؐ اللہ کے نبی برحق نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال اعتماد سے جواب دیا کیوں نہیں۔ عمرؓ نے کہا کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں۔ رسول کریمؐ نے فرمایا کیوں نہیں۔ عمرؓ نے کہا پھر اپنے دین کے بارے میں

ہم ذلت کیوں قبول کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال صبر وحوصلہ سے جواب دیا۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس کی نافرمانی نہیں کرتا وہی میرا مددگار ہے۔ عمرؓ نے کہا۔ کیا آپؐ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم امن سے خانہ کعبہ کا طواف کریں گے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ہاں۔ مگر کیا میں نے یہ کہا تھا ہم اسی سال طواف کریں گے۔ عمرؓ نے کہا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا تو پھر اگلے سال آکر آپ طواف کرو گے۔

قریبا ایسے ہی جذبات دیگر صحابہ کے تھے۔ جن کو حضرت عمرؓ نے زبان دی تھی۔ مگر ایک رسول اللہؐ تھے کہ کوہ استقامت بنے ہوئے تھے۔ یا پھر صدیق اکبر انشراح صدر کے ساتھ آپؐ کی رکاب سے چمٹے ہوئے حضرت عمرؓ کو بھی یہی وعظ کر رہے تھے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں ان کی رکاب تھامے رکھنا خدا کی قسم! یہ حق پر ہیں۔ حضرت عمرؓ بعد میں کہا کرتے تھے کہ حدیبیہ پر جو ابتلا مجھے پیش آیا۔ میں نے اس کی تلافی کے لئے بہت نیک اعمال کئے کہ اللہ تعالیٰ وہ لغزش معاف کردے۔

معاہدہ طے ہو جانے کے بعد رسول اللہؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ اب اپنی قربانیاں یہیں میدان حدیبیہ میں ذبح کرو۔ صحابہ غم سے نڈھال اور صدمہ سے مدہوش تھے۔ وہ بے حس وحرکت اور ساکت و جامد کھڑے تھے۔ رسول خداؐ نے تین مرتبہ اپنا حکم دہرایا کہ اپنی قربانیاں ذبح کردو مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کے خیمہ میں تشریف لے گئے اور افسوس کے رنگ میں ان سے یہ ذکر کیا کہ صحابہ میری ہدایت کے مطابق قربانیاں ذبح کرنے میں متردّد ہیں۔ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! اگر آپؐ واقعی قربانیاں کروانا چاہتے ہیں تو کسی سے بات کئے بغیر خود جا کر میدان حدیبیہ میں اپنی قربانی ذبح کر دیں۔ام سلمہؓ کا مشورہ کتنا صائب تھا۔واقعی غم کے وہ بت نمونہ چاہتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی ذبح کرنے کی دیر تھی کہ صحابہ دھڑا دھڑ قربانیاں ذبح کرنے لگے اور میدان حدیبیہ حرم بن گیا۔اُن کے غم کا یہ حال تھا کہ قربانی کے بعد وہ کانپتے بدن اور لرزتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ ایک دوسرے کے سر مونڈ رہے تھے اور خطرہ تھا کہ لرزتے ہاتھوں سے کہیں وہ ایک دوسرے کی گردنیں ہی نہ کاٹ ڈالیں۔(بخاری) 39

فتح خیبر میں خلق عظیم

مسلمانانِ مدینہ کو جنوب کی سمت سے اہل مکہ کے حملہ کا خطرہ رہتا تھا تو شمال سے یہود خیبر کا۔صلح حدیبیہ اس طرح فتح خیبر کا پیش خیمہ ثابت ہوئی کہ مسلمان اس معاہدہ صلح کے باعث اہل مکہ کے خطرہ سے امن میں آ گئے۔اب اُن کے لئے یہودِ خیبر کے شمالی خطرے سے نبٹنا آسان تھا۔چنانچہ صلح حدیبیہ کے

بعد تین ماہ کی قلیل مدت میں ہی خیبر ۷ھ میں فتح ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیبر کی تیاری کا حکم دیا تو یہ اعلان فرمایا کہ ''کوئی شخص جہاد کے علاوہ کسی غنیمت وغیرہ کے ارادہ سے ہمارے ساتھ نہ نکلے۔'' (الحلبیہ) 40

پھر آپؐ نے اس ہدایت کی تعمیل کیلئے عملی کارروائی یہ فرمائی کہ حدیبیہ میں شامل افراد ہی کو خیبر کی تیاری کا حکم فرمایا، جو خلوص نیت سے حج اور عمرہ کے ارادہ سے نکلے تھے اور رسول اللہؐ کے ہاتھ پر موت پر بیعت کر کے ہر حال میں آپؐ کی فرمانبرداری کا عہد تازہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان مومنوں کے پاکیزہ ارادوں پر اظہار خوشنودی کرتے ہوئے انہیں ایک فتح قریب کی بشارت بھی عطا فرمائی تھی۔ (سورۃ الفتح:19)

خیبر میں دس ہزار مسلح قلعہ بند یہودیوں کے مقابل پر اپنے لشکر کو محض حدیبیہ کے چودہ سو اصحاب میں محدود کر دینا جنگی نقطہ نگاہ سے بظاہر مناسب نظر نہیں آتا لیکن آنحضرتؐ کے پیش نظر یہ ضابطۂ اخلاق تھا کہ محض مالِ غنیمت کی نیت سے کوئی شخص ہمارے لشکر میں شامل نہیں ہونا چاہئے۔ (الحلبیہ) 41

یہ پاکیزہ نمونہ بڑی شان کے ساتھ ہمیشہ اس الزام کی نفی کرتا رہے گا کہ اسلامی جنگوں کا مقصد محض لوٹ مار اور حصول غنیمت تھا۔

یہود خیبر سے مصالحت کی کوشش

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہودی سازشوں کا اطلاع ہوئی تو آپؐ نے پہلے مصالحت سے اس فتنہ کو دبانے کی کوشش کی۔ آپؐ نے یہود کو ایک خط میں لکھا کہ یہ خط موسیٰ علیہ السلام کے بھائی اور ان کی تعلیم کی تصدیق کرنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہود خیبر کے نام ہے۔ اے یہود کے گروہ! تمہاری کتاب تورات میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ (الفتح: ۳۰) کی پیشگوئی موجود ہے۔ میں تمہیں اس خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے تم پر تورات اتاری، جس نے تمہارے آباؤ اجداد کو مَنّ و سلویٰ عطا کیا اور سمندر خشک کر کے فرعون سے نجات بخشی۔ سچ سچ بتاؤ کہ کیا تمہاری کتاب میں یہ لکھا ہوا موجود نہیں کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور یاد رکھو ہدایت و گمراہی کھل چکی ہے میں تمہیں اللہ اور رسول کی طرف بلاتا ہوں۔ (ابن ھشام) 42

کیسا واضح اور خوبصورت اس خط کا مضمون ہے جو اظہار محبت وتبشیر اور انداز و تنبیہ کے حسین امتزاج کا مرقع ہے۔ امن کی ان تمام کوششوں کا یہود نے کوئی مثبت جواب نہیں دیا۔

غزوۂ خیبر میں محمود بن سلمہؓ کی شہادت کے بعد جب ان کے بھائی محمد بن مسلمہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرے بھائی محمودؓ کو یہودیوں نے زیادتی سے قتل کیا ہے میں اس کا انتقام لے کر

رہوں گا۔کوئی اور جرنیل ہوتا تو دشمن کے خلاف اپنے سپاہی کی اس جوش و غیرت کو سراہتا مگر اس موقع پر بھی صبر و استقامت کے اس علمبردار نے اعتدال کا کیسا عمدہ سبق دیا فرمایا ''دشمن سے مقابلہ کی خواہش نہیں کرنی چاہیے اور خدا سے عافیت مانگو۔ ہاں! جب دشمن سے مٹھ بھیڑ ہو جائے تو پھر دعا اور تدبیر کے ساتھ اس کا مقابلہ کرو اور یہ دعا کرو۔اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّنَا وَنَوَاصِیْنَا وَنَوَاصِیُھِمْ بِیَدِکَ وَاِنَّمَا تَقْتُلُھُمْ اَنْتَ (الحلبیہ) 43

اے اللہ تو ہی ہمارا رب ہے ہم اور ہمارے دشمن سب تیرے قبضہ قدرت میں ہیں۔اب تو ہی ان کو مارے تو مارے۔

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ہم رات کے وقت خیبر پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا کہ کسی دشمن پر شب خون نہ مارتے تھے۔خیبر میں بھی آپؐ نے رات کے اندھیرے میں دشمن کے غافل ہونے کا فائدہ نہیں اٹھایا۔

صنف نازک کی عزت افزائی

اس زمانہ میں رواج تھا کہ جنگ میں مردوں کا حوصلہ بڑھانے ، رنگ و طرب کی محفلیں سجانے اور دل بہلانے کیلئے عورتیں بھی شریک جنگ ہوتی تھیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کا جو تقدس اور احترام قائم فرمایا اس لحاظ سے آپؐ کو یہ طریق سخت ناپسند تھا۔خیبر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے بطور خاص کچھ خواتین کو زخمیوں کی مرہم پٹی، تیمارداری اور دیکھ بھال کیلئے ساتھ چلنے کی اجازت فرمائی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاکیزہ خیال کو ایک فرانسیسی عیسائی سوانح نگار یوں بیان کرتا ہے کہ

''شاید تاریخ میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ کسی لشکر کے ساتھ عورتیں نرسنگ کی خدمات اور زخمیوں کی دیکھ بھال کیلئے شامل ہوئیں، ورنہ اس سے پہلے جنگ میں عورت سے تحریض جنگ اور حظ نفس کے سوا کوئی کام نہیں لیا جاتا تھا۔عورت سے درست اور جائز خدمات لینے کے بارہ میں اب تک کسی نے نہ سوچا تھا کہ میدان جنگ میں تیمارداری اور بیماروں کی دیکھ بھال کی بہترین خدمت عورت انجام دے سکتی ہے۔''(حیات محمد)44

خاموش حکمت عملی

قریباً ڈیڑھ سو میل کا فاصلہ تین راتوں کے مسلسل تھکا دینے والے سفر میں بعجلت طے کر کے آنحضرتؐ خیبر پہنچ گئے۔علی الصبح جب وادی خرص سے میدان خیبر میں داخل ہونے لگے تو صحابہ کرامؓ نے بخیر وعافیت اپنی منزل پالینے کی خوشی میں کے نعرے بلند کرنے شروع کئے۔اس خاموش پیش قدمی میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے نعروں کا یہ شور خلاف مصلحت تھا، کیونکہ آنحضرتؐ تو یہود خیبر کے پاس اچانک پہنچ کر انہیں حیران وششدر اور مبہوت کرنا چاہتے تھے۔آپؐ نے صحابہ کو ان نازک لمحات میں موقع محل کی مناسبت سے کام کرنیکی نصیحت کرتے

ہوئے فرمایا اِرْبَعُوا عَلیٰ اَنْفُسِکُمْ اِنَّکُمْ لَاتَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَاغَائِبَ اِنَّکُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا قَرِیْبًا وَھُوَمَعَکُمْ (بخاری)45

کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو ذکرالٰہی کے کلمے ہیں۔ تم لوگ اپنے نفسوں پر رحم کرو اور آہستہ ذکرالٰہی کرو۔ جسے تم پکارتے ہو وہ نہ بہرہ ہے نہ غائب بلکہ وہ خوب سنتا ہے۔ وہ تمہارے قریب ہے اور تمہارے ساتھ ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی فصاحت و بلاغت کا کمال دیکھئے کہ اپنے دل کی بات ایسے خوبصورت انداز اور جامع الفاظ میں بیان فرمائی کہ مبادا کوئی کہے دشمن کے خوف سے خدا کا نام بلند کرنے سے روک دیا گیا۔ فرمایا ہمارا خدا تو آہستہ ذکر بھی اسی طرح سنتا ہے جس طرح بلند۔ مصلحت وقت کا تقاضا آہستہ ذکر کا ہے اور اس وقت یہی عمل صالح ہے۔ بلند بانگ نعرے خلافِ حکمت اور ہلاکت کو دعوت دینے کے مترادف ہیں۔

خیبر میں پڑاؤ کرتے ہوئے دوسری حکمت عملی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اختیار فرمائی کہ لشکر کو پانچ حصوں (مقدمہ، میمنہ، میسرہ، قلب اور ساقہ) میں تقسیم کر کے قلعہ ہائے خیبر کے سامنے میدان میں اس طرح پھیلا دیا کہ سرسری نگاہ میں وہ ایک لشکر جرار نظر آتا تھا اور اس حکمت عملی میں جو دراصل دشمن کو اچانک حیران و ششدر کر دینے اور سرپرائز (Surprize) دینے کا حصہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حیرت انگیز کامیابی حاصل ہوئی۔

واقعہ یہ ہوا کہ صبح جب قلعوں کے دروازے کھلے اور یہودی اطمینان سے کھیتی باڑی اور کام کاج کیلئے کسیاں، کدال، ٹوکریاں لے کر باہر نکلنے لگے تو اچانک مسلمانوں کے لشکر کو دیکھ کر ان کے ہوش اڑ گئے۔ مدینہ سے منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے تو انکو اطلاع دی تھی کہ مٹھی بھر مسلمان خیبر پر حملہ کرنے آرہے ہیں۔ اب ایسا لشکر دیکھ کر وہ حیران و ششدر یہ کہتے ہوئے واپس قلعوں کی طرف دوڑے مُحَمَّدُ وَالْخَمِیْس وَاللّٰہِ مُحَمَّدُ وَالْخَمِیْس۔ (بخاری) 46

یعنی محمدؐ اور اس کا پانچ دستوں والا لشکر۔ خدا کی قسم محمدؐ اور پانچ دستوں والا لشکر (آن پہنچا)۔ رسول اللہؐ زبردست حیرانی اور سرپرائز (Surprise) دیکر ایک اور فتح حاصل کر چکے تھے۔

عارفانہ نعرے

اب نعرے لگانے اور خدا کا نام بلند کرنے کا وقت تھا اور اس عارفانہ نعرہ کے پہلے حقدار میرے آقائے نامدار نبیوں کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ سو آپؐ نے خیبر کی وادیوں میں بآواز بلند یہ نعرہ لگایا۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ۔ اِنَّا اِذَانَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْن۔ (بخاری) 47

اللہ سب سے بڑا ہے۔ خیبر ویران ہو گیا اور ہم جب کسی قوم کو تنبیہہ اور ہوشیار کر دینے کے بعد اس کے میدان میں اترتے ہیں تو اس کی صبح نامبارک صبح ہوا کرتی ہے۔

رسول اللہؐ کے اس واشگاف اعلان سے آپؐ کی یہ امتیازی شان ظاہر ہے کہ آپؐ دشمن پر بغیر مناسب انتباہ و انذار (وارننگ اور الٹی میٹم) کے حملہ نہ کرتے تھے۔ بے شک آپؐ دشمن کو حالت جنگ میں جنگی حکمت عملی کے طور پر اچانک حملہ آور ہو کر حیران و ششدر تو کر دیتے تھے، لیکن شب خون سے منع فرماتے تھے۔ آپؐ کا یہ خلق عظیم حیرت انگیز ہے کہ دشمن کے سر پر پہنچ کر بھی دن کی روشنی کا انتظار کرتے ہیں۔

حضرت عرباض بن ساریہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ غزوہ خیبر میں شریک تھے۔ والیٔ خیبر درشت رو اور بے لحاظ انسان تھا۔ (فتح کے بعد) اس نے رسول اللہؐ کے پاس آ کر کہا اے محمد! کیا تم لوگوں کو حق پہنچتا ہے کہ ہمارے جانور ذبح کرو، ہمارے پھل کھاؤ اور ہماری عورتوں کو مارو۔ نبی کریمؐ یہ سن کر بہت ناراض ہوئے اور عبدالرحمان بن عوفؓ سے فرمایا کہ آپؐ گھوڑے پر سوار ہو کر یہ اعلان کریں کہ جنت صرف مومن ہی داخل ہونگے نیز لوگوں کو نماز کے لئے جمع کیا جائے۔ جب وہ اکٹھے ہو گئے تو آپؐ نے صحابہ سے خطاب فرمایا کیا تم میں کوئی تکیہ پر ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ نے سوائے اس کے

جو قرآن میں ہے، کوئی چیز حرام نہیں کی۔ سنو میں نے بھی کچھ احکام دیئے ہیں اور بعض باتوں سے روکا ہے وہ بھی قرآن کی طرح ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جائز نہیں رکھا کہ تم اہل کتاب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہو۔ نہ ہی ان کی عورتوں کو مارنے کی اجازت دی ہے اور نہ ان کے پھل کھانے کی۔ جب (معاہدہ کے مطابق) وہ تمہیں وہ کچھ دے رہے ہوں جو ان کے ذمہ ہے۔ (یعنی جزیہ)۔ (ابوداؤد) 48

جرنیل سپاہیوں کے ساتھ

فتح خیبر سے واپسی پر پڑاؤ خیبر سے تین میل اِدھر صہباء مقام پر ہوا۔ یہاں نماز عصر کے بعد حضورؐ نے کھانا طلب فرمایا اور اپنے سپاہیوں سے فرمایا کہ جس کے پاس جو زاد راہ ہے وہ لے آئے۔ ہم سب مل کر کھانا کھائیں گے۔ دستر خوان بچھائے گئے اور کھانا چنا گیا۔ ہمارے آقا کا وہ کھانا کیا تھا؟ جو کے ستو اور کچھ کھجوریں جو آپؐ نے اپنے خدام کے ساتھ مل کر تناول فرمائیں۔ (بخاری) 48A

یہ نظارہ کتنا دلکش ہے جس میں آقا اپنے غلاموں کے ساتھ کمال سادگی، انکساری اور بے تکلفی سے ستو اور کھجور کا ماحضر تناول کرتا نظر آتا ہے۔

فتح مکہ میں ظاہر ہونے والے خلق عظیم

قریش مکہ کے لشکر بدر اور احد میں مدینے کے گنتی کے چند مجبور اور نہتے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ پھر جنگ احزاب میں تو سارا عرب مسلمانان مدینہ پر چڑھ آیا اور اہل مدینہ نے شہر کے گرد خندق کھود کر اور اس میں محصور ہو کر جانیں بچائیں۔ آپؐ ہمیشہ دفاع ہی کرتے رہے۔ خانہ کعبہ کے حقیقی متولی مسلمانوں کو یہ اجازت بھی نہ تھی کہ وہ خدا کے گھر کا طواف ہی کر سکیں۔ چنانچہ 6ھ میں چودہ سو مسلمانوں کو جو طواف بیت اللہ کی غرض سے مکہ جا رہے تھے حدیبیہ سے واپس لوٹا دیا گیا۔ اسی موقع پر معاہدہ صلح کی شرائط طے ہوئیں۔

صلح کا شہزادہ

فتح مکہ کے موقع پر ایک دفعہ پھر رسول کریم صل اللہ علیہ وسلم کی خلق عظیم پر فائز ہونے کی بے نظیر شان دنیا نے دیکھی۔ ہر چند کہ قریش مکہ نے صلح حدیبیہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے حلیف بنی خزاعہ پر شب خون مار کر معاہدہ توڑ دیا۔ پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے صلح کی طرح ڈالتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے معاہدہ شکنی کرنے والوں کی طرف اپنا سفیر تین شرائط میں سے کسی ایک شرط پر صلح کی پیشکش کے ساتھ بھیجا کہ ہمارے حلیف خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا ادا کر دو یا بنو بکر کی طرف داری اے الگ ہو جاؤ یا حدیبیہ کی صلح توڑنے کا اعلان کر دو۔ مسلمانوں کے اس سفیر کو جواب ملا کہ ہم حدیبیہ کی صلح توڑتے ہیں۔ (زرقانی) 49

سفر مکہ میں راز داری کے لئے تدبیر اور دُعا

راز داری کی حکمت عملی کا مقصد قریش مکہ کو تیاری کا موقع نہ دیکر از راہ احسان انہیں کشت وخون سے بچانا تھا۔ چنانچہ آنحضرت صل اللہ علیہ وسلم نے کمال حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے نواح مدینہ میں یہ پیغام بھجوایا کہ اس دفعہ کا رمضان مدینہ میں گزاریں اور اہل مدینہ کو سفر کی تیاری کی ہدایت فرمائی۔ لیکن یہ ظاہر نہ فرمایا کہ کہاں کا قصد ہے۔

ایک لشکر جرار کی تیاری اور نقل وحرکت راز داری میں رکھنا بظاہر ایک ناممکن امر تھا۔ لیکن رسول خدا صل اللہ علیہ وسلم ایسے ہر کٹھن مرحلہ کیلئے دعا اور تدبیر کو کام میں لاتے تھے۔ آپؐ نے اپنے رب کے حضورؐ دعا کی اَللّٰھُمَّ خُذِ الْعُیُوْنَ وَالْاَخْبَارَ عَنْ قُرَیْشٍ کہ اے اللہ قریش کے جاسوسوں کو روک رکھ اور ہماری خبریں ان تک نہ پہنچیں اور تدبیر یہ فرمائی کہ مدینے سے مکے جانے والے تمام رستوں پر پہرے بٹھا دیئے۔ (الحلبیہ) 50

افشائے راز کا خطرہ

لشکر اسلام کی اس خاموش تیاری کے دوران ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس سے مکے پر چڑھائی کا راز کھل جانے کا سخت خطرہ پیدا ہو گیا۔ ہوا یوں کہ ایک صحابی حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے مکے جانیوالی ایک عورت کے ذریعے قریش کو خط لکھ

کر یہ اطلاع بھجوادی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر تیار ہے۔ یہ معلوم نہیں کہاں کا قصد ہے مگر تم اپنا بچاؤ کرلو۔ میرا مقصد اس خط سے تم پر ایک احسان کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مخبری کی اطلاع کردی۔ آپؐ نے گھوڑ سواروں کا ایک دستہ حضرت علیؓ کے ساتھ اس عورت کے تعاقب میں بھیجا جو یہ خط واپس لے آئے۔ رسول کریمؐ نے حاطبؓ کو بلا کر پوچھا تم نے یہ کیا کیا؟ حاطبؓ نے سچ سچ کہہ دیا کہ یارسول اللہؐ میں قریش میں سے نہیں ہوں مگر اس خط کے ذریعے میں قریش پر احسان کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ مکے میں میرے گھر بار کی حفاظت کریں۔ حضرت عمرؓ اس مجلس میں موجود ہیں وہ کہتے ہیں۔ یارسول اللہؐ! مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ مگر جانتے ہو وہ رحیم وکریم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا جواب دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں نہیں نہیں حاطب سچ کہتا ہے اسے کچھ نہ کہو۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس نے مومنوں کے ساتھ خیانت کی ہے مجھے اس کی گردن مارنے دیجئے۔

شفقت بے پایاں

حضرت رسول کریم صل اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف عمرؓ کی سختی پر تحمل سے کام لیا تو دوسرے طرف حاطبؓ کی معافی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا عمرؓ! تم جانتے نہیں یہ شخص جنگ بدر میں شامل ہوا تھا اور عرش کا خدا جو اصحاب بدر کے حالات سے خوب واقف ہے اوران کے حق میں فرماتا ہے اِعۡمَلُوۡا مَاشِئۡتُمۡ

فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ کہ جو چاہو کرو تمہارے لئے جنت واجب ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے بدریوں کے دلوں میں گناہ کی ایسی نفرت ڈال دی ہے کہ بالارادہ ان سے کوئی گناہ نہیں ہوسکتا۔(بخاری) 51

اس رؤف ورحیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت بے پایاں کا یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھ کر حضرت عمرؓ بے اختیار رونے لگے۔ان کی حیرانی بجا تھی کہ اپنی زندگی کے اہم نازک ترین اور تاریخ ساز موڑ پر تو کوئی بھی فاتح اپنے مقصد کی راہ میں حائل ہونے والی کسی بھی روک کو قطعاً برداشت نہیں کیا کرتا۔ایسے مواقع پر تو سابقہ خدمات کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی اور آئندہ خطرے سے بچنے کیلئے کم ازکم احتیاط یہ سمجھی جاتی ہے کہ ایسے قومی مجرم کو زیرحراست رکھا جائے، لیکن دیکھو اس دربار عفو وکرم کی شان دیکھو جس سے حاطبؓ کے لئے بھی مکمل معافی کا اعلان جاری ہوا۔

حیرت ناک حکمت عملی

مرالظہران کے وسیع میدان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خداداد فراست کو کام میں لاتے ہوئے جنگی حکمت عملی کا ایک حیرت انگیز منصوبہ بنایا۔آپؐ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ وہ مختلف ٹیلوں پر بکھر جائیں اور ہر شخص آگ کا ایک الاؤ روشن کرے۔اس طرح اس رات دس ہزار آگیں روشن ہوکر مرالظہران کے ٹیلوں پر ایک پرشکوہ اور ہیبت ناک منظر پیش کرنے لگیں۔(بخاری) 52

عربوں کے دستور کے مطابق لشکر کے دس آدمیوں کی ایک ٹولی اپنی آگ روشن کرتی تھی۔اب یہاں دس ہزار لشکر کے اتنے ہی آگ کے الاؤ مسلمانوں کے لشکر کی اصل تعداد کو کہیں زیادہ ظاہر کر رہے تھے۔

ابوسفیان کو معافی

اُدھر ابوسفیان اور اس کے ساتھی سردار رات کو شہر مکہ کی گشت پر نکلے تو یہ ان گنت روشنیاں دیکھ کر واقعی حیران و ششدر رہ گئے۔ابوسفیان کہنے لگا خدا کی قسم میں نے آج تک اتنا بڑا لشکر اور آگیں نہیں دیکھیں۔وہ ابھی یہ اندازے ہی لگا رہے تھے کہ اتنا بڑا لشکر کس قبیلے کا ہوسکتا ہے؟ کہ حضرت عمرؓ کی سرکردگی میں مسلمانوں کے گشتی دستے نے ان کو پکڑ لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

اس موقع پر حضرت عمرؓ نے دشمن اسلام ابوسفیان کو قتل کرنا چاہا لیکن آنحضرتؐ تو اس کے لئے پہلے امن کا اعلان کر چکے تھے کہ ابوسفیان بن حرب کسی کو ملے تو اسے کچھ نہ کہا جائے۔یہ گویا آپؐ کی طرف سے ابوسفیان کی ان مصالحانہ کوشش کا احترام تھا جو اس نے معاہدہ شکنی کو خوف سے مدینے آکر چالاکی سے کی تھیں اور ان کی کوئی قیمت نہ تھی،لیکن آپؐ کی رحمت بھی تو بہانے ڈھونڈھتی تھی۔(ابن ھشام) 53

چنانچہ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو پناہ دی۔ صبح جب ابوسفیان دوبارہ آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ ''ابوسفیان! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم گواہی دو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' تب ابوسفیان نے بے ساختہ یہ گواہی دی کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان آپؐ نہایت حلیم، شریف اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ اگر خدا کے سوا کوئی اور معبود ہوتا و وہ ضرور ہماری مدد کرتا البتہ آپؐ کی رسالت کے قبول کرنے میں ابھی کچھ تامّل ہے۔ (ابن ھشام) 54

حضرت عباسؓ کو ارشاد رسولؐ ہوا کہ جب اسلامی لشکر مکے کی جانب روانہ ہو تو ابوسفیان کو کسی بلند جگہ سے لشکر کی شان وشوکت کا نظارہ کرایا جائے، شاید یہ دنیا دار شخص اس سے مرعوب ہو کر حق قبول کر لے۔ دس ہزار قدوسیوں کا لشکر چلا، ہر امیر فوج جھنڈا بلند کئے دستہ کے آگے تھا۔ انصاری سردار سعد بن عبادہؓ اپنا دستہ لیکر ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو جوش میں آکر کہہ گئے۔

اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَلْحَمَةُ اَلْیَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْکَعْبَةَ

آج جنگ و جدال کا دن ہے آج کعبہ کی عظمت قائم کرنے کا دن ہے۔ (بخاری) 55

نبی کریم ﷺ نے اپنے اس کمانڈر کو جو ایک طاقتور قبائلی سردار تھا معزول کر دیا کہ اس نے حرمت کعبہ کے بارے میں ایک ناحق بات کیوں کہہ دی اور ابوسفیان کا دل بھی دُکھایا۔ ہاں! اس دشمن اسلام ابوسفیان کا جو مفتوح ہو کر

بھی ابھی آپؐ کی رسالت قبول کرنے میں متامل تھا۔اے دنیا والو! دیکھو اس عظیم رسولؐ کے حوصلے تو دیکھو، عین حالت جنگ میں جرنیلوں کی معزولی کے تمام خطروں سے آگاہ ہوتے ہوئے یہ فیصلہ سناتے ہیں کہ سعد سے اسلامی جھنڈا واپس لے لیا جائے۔(ابن ھشام) 56

مگر ہاں اس محسن اعظم کے احسان پر بھی تو نظر کرو کہ غیرت اسلام کے جوش میں سرشار ایسا نعرہ بلند کرنے والے جرنیل سعد کا بھی آپؐ کس قدر لحاظ رکھتے ہیں۔ساتھ ہی دوسرا حکم یہ صادر فرماتے ہیں کہ سعدؓ کی بجائے سالارِ فوج ان کے بیٹے قیس بن سعدؓ کو مقرر کیا جاتا ہے۔(الحلبیہ) 57

کیا جنگوں کی ہنگامہ خیزیوں میں بھی کبھی اپنے خدام کے جذبات کا ایسا خیال رکھا گیا ہے؟ نہیں نہیں یہ صرف اس رحمۃ العالمین کا ہی خلق عظیم تھا جو سزا میں بھی رحمت وشفقت اور احسان کا پہلو نکال لیتے تھے۔

فتح مکہ۔عظمت اخلاق کا بلند ترین مینار

فاتحین عالم کے اس دستور سے کون ناواقف ہوگا کہ شہروں میں داخلے کے وقت آبادیوں کو ویران اور ان کے معزز مکینوں کے بے عزت اور ذلیل کردیا جاتا ہے، لیکن رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی عظیم ترین فتح کو بھی تو دیکھو جہاں آپؐ کی عظمت اخلاق کا سب سے بلند اور روشن ترین مینار ایستادہ ہے۔

جب دس ہزار قدوسیوں کا لشکر مکہ کے چاروں اطراف سے شہر میں داخل ہوا تو قتل و غارت کا بازار گرم ہوا نہ قتل عام کی گرم بازاری بلکہ امن وسلامتی کے شہنشاہ کی طرف سے یہ فرمان شاہی جاری ہوا کہ ’’ آج مسجد حرام میں داخل ہونیوالے ہر شخص کو امان دی جاتی ہے ۔امان دی جاتی ہے ہر اس شخص کو جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے یا اپنے ہتھیار پھینک دے اپنا دروازہ بند کر لے اور ہاں جو شخص بلال حبشیؓ کے جھنڈے کے نیچے آ جائے اسے بھی امان دی جاتی ہے ۔(الحلبیہ) 58

اس اعلان کے ذریعہ جہاں خانہ کعبہ کی حرمت قائم کی گئی وہاں دشمن اسلام ابوسفیان کی دلداری کا بھی کیسا خیال رکھا گیا یہی وہ اعلیٰ اخلاق تھے جس سے بالاخر ابوسفیان کا دل اسلام کیلئے جیت لیا گیا اور اسے تالیف قلب کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان نصیب ہوا۔

بلال کے جذبات کا خیال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلالؓ کے جھنڈے کو امن کا نشان قرار دینا بھی علم النفس کے لحاظ سے آپؐ کے اخلاق فاضلہ کی زبردست مثال ہے، کوئی وقت تھا جب مکے کے لوگ بلال کو سخت اذیتیں دیا کرتے تھے اور مکے کی گلیاں بلالؓ کے لئے ظلم و تشدد کی آماجگاہ تھیں ۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا آج بلالؓ کا دل انتقام کی طرف مائل ہوتا ہوگا ،اس وفادار ساتھی کا انتقام لینا بھی

ضروری ہے۔لیکن ہمارا انتقام بھی اسلام کی شان کے مطابق ہونا چاہیئے پس آپؐ نے گردنیں کاٹ کر بلالؓ کا انتقام نہیں لیا بلکہ بلالؓ جو کبھی مکے کی گلیوں میں ذلت اور اذیت کا نشان رہ چکا تھا۔آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اہل مکہ کے لئے امن کی علامت بنا دیا۔ بلال کے دشمنوں کو بھی معاف کر دیا اور بلالؓ کے جذبات کا بھی خیال رکھا۔

میں سوچتا ہوں وہ کیا عجیب منظر ہوگا جب بلالؓ یہ منادی کرتا ہوگا کہ اے مکہ والو! بلالی جھنڈے کے نیچے آجاؤ تمہیں امن دیا جائے گا اور یہ کتنا بڑا فخر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو بخشا کہ اس پر ظلم کرنیوالے اس کی پناہ میں آنے سے بخشے جائیں گے۔ یہ پاک نمونہ بلاشبہ شرف انسانی کے قیام کی زبردست علمی شہادت ہے۔

خون خرابہ سے بچنے کی کوشش

رسول کریمؐ نے مکے میں داخل ہوتے وقت اپنے جرنیلوں کو بھی حکم دیا کہ کسی پر حملے میں پہل نہیں کرنی اور اس وقت تک جنگ شروع نہیں کرنی جب تک لڑائی تم پر مسلط نہ کردی جائے۔آپؐ خود مکے کی بالائی جانب اس مقام سے شہر میں داخل ہوئے جہاں ابو طالبؓ اور حضرت خدیجہؓ کی قبریں ہیں اور یوں فتح کے موقع پر بھی مصیبت کے زمانہ کے مددگاروں کو یاد رکھا۔

نبی کریمؐ نے اپنے کہنہ مشق جرنیل خالدؓ بن ولید کو مکے کی زیریں شمالی جانب سے داخلے کا ارشاد فرمایا جہاں عکرمہ بن ابی جہل اور اس کے ساتھیوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اس مزاحمت میں مسلمانوں کے دو آدمی شہد ہو گئے۔ (بخاری) 59

قریش کے جو آدمی مارے گئے ان کی تعداد دس سے اٹھائیس تک بیان کی جاتی ہے۔ اگر کفار کی طرف سے مزاحمت نہ ہوتی تو یہ خون بھی نہ بہتا۔ (الحلبیہ) 60

سر ولیم میور نے بھی لکھا ہے کہ محمد نے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر کے مختلف راستوں سے شہر میں داخلہ کا حکم دیا اور سختی سے ہدایت کی کہ سوائے انتہائی مجبوری اور خود حفاظتی کے جنگ نہیں کرنی۔

اسی ہدایت کا نتیجہ تھا کہ فتح مکہ کے موقع پر چند گنتی کے مشرک مارے گئے۔ مگر اتنی بڑی فتح پر اتنے کم جانی نقصان ہو جانے کا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت افسوس تھا۔ 61

آپؐ نے اپنے جرنیل خالدؓ بن ولید کو بلا کر اس کی جواب طلبی فرمائی کہ حتی الامکان از خود حملہ نہ کرنے کی ہدایت کے باوجود پھر یہ خون کیوں ہوا اور جب آپؐ کو حقیقت حال کا علم ہوا تو ہمیشہ کی طرح یہ کہہ کر راضی برضا ہوئے کہ منشا الٰہی یہی تھا۔ (الحلبیہ) 62

فتح مکّہ پر عجز و انکسار کا عجیب منظر

ہمارے سیدہ و مولا کے شہر میں داخل ہونے کا منظر بھی دیکھنے کے لائق تھا۔شہر کا شہر اس عظیم فاتح کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے بے تاب اور منتظر تھا۔اہل شہر سوچتے ہونگے کہ فاتح مکہ آج فخر سے سر اونچا کئے شہر میں داخل ہوگا لیکن جب محمد مصطفیٰ صل اللہ علیہ وسلم کی شاہی سواری آئی تو وہاں کچھ اور ہی منظر تھا۔

رب جلیل کا یہ پہلوان حفاظتی خود کے اوپر سیاہ رنگ کا عمامہ پہنے اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھا اور سرخ رنگ کی یمنی چادر پہلو پر تھی۔سواری پر پیچھے اپنے وفادار غلام زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ کو بٹھایا ہوا تھا۔دائیں جانب ایک وفادار ساتھی حضرت ابوبکرؓ تھے اور بائیں جانب حضرت بلالؓ اور اسید بن حضیرؓ انصاری سردار تھے۔(بخاری)[63]

فتح مکہ کے دن امن کے اعلان عام کی خاطر رسول خداؐ نے سفید جھنڈا لہرایا جب کہ بالعموم آپؐ کا جھنڈا سیاہ رنگ کا ہوا کرتا تھا۔

مکّہ میں داخلہ کے وقت آپؐ سورہ فتح کی آیات تلاوت فرمارہے تھے اور آپؐ کی سواری شہر کی طرف بڑھ رہی تھی۔پھر وہ موڑ آیا جس سے مکے میں داخل ہوتے ہیں وہی موڑ، جہاں آٹھ سال پہلے مکے سے نکلتے ہوئے آپؐ نے وطن عزیز پر آخری نگاہ کرتے ہوئے اسے اس طرح الوداع کہا تھا کہ ’’ اے مکہ! تو میرا پیارا وطن تھا اگر تیری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں ہرگز نہ نکلتا‘‘

سر ولیم میور لکھتا ہے کہ ”خدشہ تھا کہ شاید اس جگہ نبی کریم کو مکہ میں داخلہ سے روکنے کیلئے مزاحمت ہو مگر اللہ کی شان کہ خدا کا رسول آج نہایت امن سے اپنے شہر میں داخل ہو رہا تھا“ (میور) 64

اس موقع پر مفتوح قوم نے ایک عجیب نظارہ دیکھا کہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی فتح کے دن غرور اور تکبر کے کسی اظہار کی بجائے خدا کے وعدوں کو پورا ہوتے دیکھ کر اس عظیم فاتح کا سر عجز وانکسار اور شکر کے ساتھ جھک رہا تھا حتی کہ جھکتے جھکتے وہ اونٹنی کے پالان کو چھونے لگا دراصل آپؐ سجدہ شکر بجالا رہے تھے اور یہ فقرہ زبان پر تھا۔ اَللّٰھُمَّ لَاعَیْشَ اِلَّاعَیْشَ الْآخِرَۃَ کہ اے اللہ! اصل زندگی تو آخرت کی ہے۔ دنیا کی فتوحات کی کیا حقیقت ہے۔ (ابن ھشام) 65

اللہ اللہ! محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت کتنی حیرت انگیز ہے اور آپؐ کی بے نفسی کا بھی کیا عجیب عالم ہے اپنی زندگی کے سب سے بڑے ابتلا پر جنگ احزاب میں بھی آپؐ یہی فقرہ دہراتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ لَاعَیْشَ لَاعَیْشَ الْآخِرَۃَ کہ یہ دکھ تو عارضی ہیں اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے اور اپنی زندگی کی عظیم ترین فتح کے موقع پر بھی آپؐ کمال شان استقامت سے وہی نعرہ بلند کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیسا کوہ وقار انسان ہے کہ ابتلاء ہو یا فتح تنگی ہو یا آسائش اس کے قدم صدق میں کوئی لغزش نہیں آتی۔

آیئے! اس فقرہ کی سچائی جاننے کیلئے ذرا اس عظیم فاتح کے جشن فتح کا

نظارہ کریں۔

سادگی وقناعت

دوپہر کا وقت ہوا چاہتا ہے۔کھانے کا وقت ہے فاتحین عالم کے جشن کے نظاروں کا تصور کرتے ہوئے آؤ دیکھیں کہ یہ عظیم فاتح آج کیا جشن مناتا ہے؟ اور کیا لذیذ کھانے اڑائے جاتے ہیں؟ وہ مقدس وجود جس کی خاطر یہ کائنات بنائی گئی جس کے طفیل ہم ادنی غلام بھی قسماقسم کی نعمتوں سے حصہ پاتے ہیں آؤ اس کی عظیم ترین فتح کے دن دیکھیں تو سہی کہ کتنے جانوروں کے کاٹنے کا حکم ہوتا ہے؟اور کیا پکوان پکائے جاتے ہیں؟

اَللّٰھُمَّ لَاعَیْشَ اِلَّاعَیْشَ الْآخِرَۃ کہنے والے کے جشن فتح کا نظارہ کچھ اس طرح ہے۔آپؐ اپنی چچازاد بہن ام ہانیؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور فرماتے ہیں بہن کچھ کھانے کو ہے؟ بہن شرمندہ ہے کہ گھر میں فی الفور اس شہہ دو عالم کیلئے روٹی کے چند خشک ٹکڑوں کے سوا کچھ نہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں وہ ٹکڑے ہی لے آؤ پھر آپؐ پانی منگوا کر وہ خشک ٹکڑے بھگو لیتے ہیں۔تھوڑا سا نمک اوپر ڈالتے ہیں اور پوچھتے ہیں کچھ سالن ہے؟ ام ہانیؓ عرض کرتی ہیں سالن تو نہیں سرکے کی کچھ تلچھٹ پڑی ہے اور رسول اللہؐ وہ بچا کھچا سرکہ ان گیلے نمکین ٹکڑوں پر ڈال کر مزے مزے سے کھانے لگتے ہیں اور ساتھ الحمدللہ الحمدللہ کہتے جاتے ہیں اور فرماتے

ہیں ام ہانی! سرکہ بھی کتنا اچھا سالن ہے۔ یہ ہمارے آقا کا اپنی عظیم فتح کے دن کا کھانا ہے۔ (ھیثمی) 66

بے قرار سجدے

فتح کے موقع پر نعرہ ہائے تکبیر یا اونٹنی کے پالان پر سجدہ تشکر تو دراصل رسول اللہؐ کے قلبی جذبات کا ایک ادنی سا علامتی اظہار تھا کہ توحید الٰہی اور اپنے مولیٰ کی کبریائی کی کتنی غیرت اور جوش آپؐ کے دل میں موجزن ہے۔ مگر کسے معلوم کہ ابھی تو کتنے ہی بے پناہ ان گنت بے قرار سجدے آپؐ کی پیشانی میں تڑپ رہے تھے جو بیت اللہ کی زینت بننے والے تھے۔ دراصل انہی سجدوں سے آج بیت اللہ سجنے والا تھا۔ وہی پاکیزہ پرخلوص اور عاجزی سے بھرے ہوئے سجدے اس گھر کی زینت بننے والے تھے جن کی خاطر یہ پہلا گھر بنایا گیا اور جن کی بیت اللہ کو بھی انتظار ہوگی۔ اب ان سجدوں کی ادائیگی کا وقت آچکا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں آکر پہلا کام یہی کیا کہ کہ اس کے اندر تشریف لے گئے اور بطور شکرانہ فتح نفل نماز ادا کی۔ اس وقت حضرت اسامہؓ اور حضرت بلالؓ آپؐ کے ساتھ تھے اور کافی دیر خانہ کعبہ میں عبادت کرتے رہے۔ (بخاری) 67

پہلے آپؐ نے دو ستونوں کے درمیان دو نفل ادا فرمائے پھر باہر تشریف

لا کر بیت اللہ کے اندر کے دروازے اور حجر اسود کے درمیان دو نفل ادا کئے پھر اندر تشریف لے گئے اور کافی دیر کھڑے دعا کرتے رہے حتّٰی کہ خانہ کعبہ کے ہر کونے میں کھڑے ہو کر آپؐ نے دعا کی۔(الحلبیہ) 68

بدسلوکی کے بدلے احسان

طواف کے بعد آنحضرت ﷺ نے کلید بردار کعبہ عثمان بن طلحہؓ سے بیت اللہ کی چابیاں منگوائیں۔ جب حضورؐ مکے میں تھے تو سوموار اور جمعرات کے دن خانہ کعبہ کا دروازہ کھولا جاتا تھا اور لوگ اندر جاتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرتؐ اندر جانے لگے تو اسی عثمان نے اس پاک رسول کو خدا کے اس گھر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ جس کے لئے یہ گھر بنایا گیا تھا۔ رسول خدا ﷺ نے اس وقت عثمان کو کہا تھا کہ اس خانہ خدا کی چابیان ایک دن میرے پاس آئیں گی اور پھر جسے میں چاہوں گا دوں گا۔ آج وہ دن آچکا تھا اور عثمان بن طلحہؓ لرزتے ہوئے ہاتھوں سے چابیاں خدا کے رسول ﷺ کو پیش کر رہا تھا۔(ابن ھشام) 69

اب دنیا منتظر تھی کہ عثمان بن طلحہ سے بطور انتقام چابیاں واپس لے لی جائیں گی اور کسی اور کے سپرد ہونگی۔ حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض بھی کر چکے تھے کہ آج سے دربانی کعبہ کی خدمت بنو ہاشم کو عطا کی جائے۔ اُدھر رسول خدا ﷺ بیت اللہ میں نماز پڑھ کر باہر تشریف لائے اور عثمان بن طلحہ سے ایک عجیب تاریخ ساز انتقام لیا۔ آپؐ نے چابیاں اس کے حوالے کر دیں

اور فرمایا ’’ آج کا دن احسان اور وفا کا دن ہے اور اے عثمانؓ میں یہ چابیاں ہمیشہ کیلئے تمہیں اور تمہارے خاندان کے حوالے کرتا ہوں اور کوئی بھی تم سے یہ چابیاں واپس نہیں لے گا۔سوائے ظالم کے۔‘‘ یہ احسان دیکھ کر عثمان بن طلحہ کا سر جھک گیا اور اس کا دل محمد مصطفیٰ کے قدموں میں تھا اس نے ایک دفعہ پھر صدق دل سے اعلان کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد اس کا رسول ہے۔(الحلبیہ)70

یہ تھا انتقام حضرت مصطفیٰ ﷺ کا اور کتنا حسین ہے یہ انتقام !! کوئی ہے جو اس کی نظیر پیش کرے؟

فتح مکہ میں جانی دشمنوں سے عفو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم طواف سے فارغ ہو کر جب باب کعبہ کے پاس تشریف لائے تو آپؐ کے تمام جانی دشمن آپؐ کے سامنے تھے۔آپؐ نے اس جگہ وہ عظیم الشان تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اپنے خونی دشمنوں کے لئے معافی کا اعلان تھا، مساوات انسانی کا اعلان تھا، کسی غرور کی بجائے فخر و مباہات کا لعدم کرنیکا اعلان تھا۔ یہ معرکہ آراء خطبہ بھی دراصل آپؐ کے خلق عظیم کا زبردست شاہکار ہے۔آپؐ نے فرمایا لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہ‘ لَاشَرِیْکَ لَہ‘ نَصَرَ عَبْدَہ‘ وَھَزَمَ اْلاَحْزَابَ وَحْدَہ‘

اے لوگو! خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔اس نے فتح کے جو

وعدے اس عاجز بندے سے کئے تھے وہ آج پورے کر دکھائے ہیں۔ اس خدائے وحدہ لاشریک نے اپنے اس کمزور بندے کی مدد کر کے اس کے مقابل پر تمام جتھوں کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔

آج تمام گذشتہ ترجیحات اور مفاخر اور تمام انتقام اور خون بہا میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ میں ان سب کو کالعدم قرار دیتا ہوں۔ اے قوم قریش! اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کا غرور اور نام ونسب کی بڑائی ختم کر دی ہے۔ تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنا تھا۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی یَآ اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات:14)

کہ ''اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ آپؐ اس میں ایک دوسرے کی پہچان کرو۔ یقیناً خدا کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ اے مکے والو! اب تم خود ہی بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں۔

یہاں اک ذرا ٹھہریئے اور دیکھئے رسول کریمؐ کن لوگوں سے مخاطب تھے؟ ان خون کے پیاسوں سے جن کے ہاتھ گزشتہ بیس سال سے مسلمانوں کے خون سے لالہ رنگ تھے۔ ہاں! مسلمان غلاموں کو مکہ کی گلیوں میں گھسیٹنے والے، مسلمان عورتوں کو بیدردی سے ہلاک کرنے والے، مسلمانوں کو انکے گھروں سے نکالنے والے اور خود ہمارے آقا و مولا کو تین سال تک ایک گھاٹی میں قید کر کے

اذیتیں دینے والے، مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر ان کی نعشوں کا مثلہ کرنے والے، آپؐ کے چچا حمزہ کا کلیجہ چبانے والے، آپؐ کی صاحبزادی زینب پر حملہ کر کے حمل ساقط کرنے والے، لیکن جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہیں کس سلوک کی توقع ہے تو کہتے ہیں۔ ''آپؐ جو چاہیں کر سکتے ہیں مگر آپؐ جیسے کریم انسان سے ہمیں نیک سلوک کی ہی امید ہے اس سلوک کی جو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔''

سچا عفو

لوگ مکہ میں رسول اللہؐ کے داخلہ کو فتح قرار دیتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ کی حقیقی فتح تو آپؐ کے خلق عظیم کی فتح تھی جس کا دشمن بھی اعتراف کر رہا تھا کہ اب تک جس وجود سے صرف اور صرف رحمت ہی ظاہر ہوئی آج بھی اس رحمت کی امید کیوں نہ رکھیں؟

مگر رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کی توقعات سے کہیں بڑھ کر ان سے حسن سلوک کیا۔ آپؐ نے فرمایا اِذْ هَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ کہ جاؤ تم سب آزاد ہو صرف میں خود تمہیں معاف نہیں کرتا ہوں بلکہ اپنے رب سے بھی تمہارے لئے عفو کا طلب گار ہوں۔ (ابن هشام) 71

یہ وہ سچا عفو تھا جس کے چشمے میرے آقا کے دل سے پھوٹے اور مبارک

ہونٹوں سے جاری ہوئے ۔اس رحمت عام اور عفو تام کو دیکھ کر دنیا انگشت بدنداں ہے۔مستشرقین بھی اس حیرت انگیز معافی کو دیکھ کر اپنا سر جھکا لیتے ہیں اور اس عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

نفس پر فتح حاصل کرنے کا دن

مشہور مستشرق سٹین لے پول لکھتا ہے ''اب وقت تھا کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) خونخوار فطرت کا اظہار کرتے ۔آپؐ کے قدیم ایذاء دہندے آپؐ کے قدموں میں آن پڑے ہیں۔کیا آپؐ اس وقت بے رحمی اور بیدردی سے ان کو پامال کریں گے۔سخت عذاب میں گرفتار کریں گے یا ان سے انتقام لیں گے۔؟ یہ وقت اس شخص کے اپنے اصلی روپ میں ظاہر ہونے کا ہے۔اس وقت ہم ایسے مظالم کے پیش آنے کی توقع کر سکتے ہیں جن کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور جن کا خیال کر کے اگر ہم پہلے سے نفرین و ملامت کا شور مچائیں تو بجا ہے مگر یہ کیا ماجرا ہے کیا بازاروں میں کوئی خونریزی نہیں ہوئی ؟ ہزاروں مقتولوں کی لاشیں کہاں ہیں؟ واقعات سخت بیدرد ہوتے ہیں،کسی کی رعایت نہیں کرتے اور یہ ایک واقعی بات ہے کہ جس دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دشمنوں پر فتح حاصل ہوئی وہی دن آپؐ کی اپنے نفس پر فتح حاصل کرنے کا دن تھا۔قریش نے سال ہا سال تک جو کچھ رنج اور صدمے دیئے تھے اور بے رحمانہ تحقیر و تذلیل کی مصیبت آپؐ پر ڈالی تھی۔آپؐ نے کشادہ دلی کے ساتھ ان تمام باتوں سے در

گذر کی اور مکہ کے تمام باشندوں کو ایک عام معافی نامہ دے دیا۔'' انتخاب قرآن

لیا ظلم کا عفو سے انتقام
علیک الصلوۃ علیک السلام

بے داغ فتح

اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے بادشاہ ہیں سرزمین مکہ کا سب کچھ آپؐ کی ملکیت اور قبضہ واقتدار میں آچکا ہے۔ ایسے میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ آپؐ قیام کرنا کہاں پسند فرمائیں گے؟ حضرت اسامہؓ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپؐ اپنے آبائی گھر میں ٹھہریں گے (جہاں بچپن اور جوانی کی یادیں وابستہ ہیں) تو فرمانے لگے ہمارے چچازاد عقیل بن ابی طالب نے وہ گھر ہمارے لئے کہاں باقی چھوڑے ہیں، وہ تو کب کے فروخت کر کے کھا چکے ہیں۔ (بخاری) [72]

فتح مکّہ پر جانی دشمنوں اور جنگی مجرموں پر کے احسانات

فاتحین عالم کی فتوحات کی یادیں ان کی ہلاکت خیزیوں اور کھوپڑیوں سے تعمیر کئے جانیوالے میناروں سے وابستہ ہوتی ہیں مگر ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مکہ کی فتح تو آپؐ کے عفو عام اور رحمت تام کا وہ روشن مینار ہے جس کی کل عالم میں کوئی نظیر نہیں، سوائے چند مجرموں کے جو اپنے

جرائم کی بنا پر واجب القتل تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دربار سے عام معافی کا اعلان ہوا۔ دراصل یہی آپؐ کی وہ اخلاقی فتح تھی۔ جس نے آپؐ کے اہل وطن کے دل جیت لئے۔ ان دس واجب القتل مجرموں میں سے بھی صرف تین اپنے جرائم پر اصرار کرنے اور معافی نہ مانگنے کی وجہ سے مارے گئے۔ ایسے مجرموں کو قرار واقعی سزا عدل وانصاف کا تقاضا بھی تھا اور معاشرہ پر احسان بھی کیونکہ وہ اپنے جرم پر مصر تھے ورنہ اس دربار سے تو عفو کا کوئی بھی سوالی خالی ہاتھ لوٹا نہ معافی سے محروم ہوا۔

پہلا مجرم

ان بدبخت مجرموں میں سے ایک عبداللہ بن خطل تھا۔ جس کا اصل نام عبدالعزی تھا۔ مسلمان ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور اسے زکوۃ وصول کرنے پر مامور فرمایا اور ایک انصاری کو بطور خدمت گار ساتھ روانہ کیا۔ ایک منزل پر قیام کے دوران محض بروقت کھانا تیار نہ کرنے پر اس نے انصاری نوجوان کو قتل کر ڈالا۔ اس قتل ناحق کے باعث بطور قصاص وہ سزائے موت کا مستحق تو قرار پا ہی چکا تھا، لیکن اس پر مستزاد یہ کہ اس قتل کے بعد مرتد ہو کر مشرکین مکہ سے جا ملا اور اسلام اور بانی اسلام کے خلاف ایک محاذ کھول لیا۔ یہ خود شاعر تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خلاف گندے اور فحش اشعار کہتا اور مجالس میں ترنم سے پڑھواتا تھا۔

فتح مکہ کے موقع پر بھی ابن خطل معافی کا خواستگار ہونے کے بجائے مسلح اورزرہ بند ہوکر گھوڑے پر سوار رہا اور قسمیں کھا کھا کر یہ اعلان کرتا پھرا کہ محمدؐ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم مکہ میں داخل ہوگئے تو بھی بجائے آپؐ کے دربار عفو میں حاضر ہونے کے خانہ کعبہ کے پردوں سے جا کر لپٹ گیا تا اس حیلہ سے جان بچالے۔ چنانچہ حسب فیصلہ یہ قتل ہوکر کیفر کردار کو پہنچا۔ اے کاش! ابن خطل بھی رسول اللہؐ کے دربار رسالت سے عفو کا طالب ہوتا تو اپنے جیسے دیگر مجرموں کی طرح وہ بھی آپؐ کی رحمت وعفو سے حصّہ پاتا۔ (حلبیہ) 73

دوسری مجرم

ابن خطل مذکور کی دو مغنیہ (گانے والی عورتیں) بھی تھیں۔ جو اعلانیہ اس کی کہی ہوئی ہجو گایا کرتیں اور اشاعت فاحشہ کی مرتکب ہوتیں۔ اس لئے اس کے ساتھ اس کی دونوں مغنیات بھی سزائے موت کی سزاوار قرار پائیں۔

ان دونوں میں سے ایک تو قتل ہوگئی۔ دوسری سارہ نامی کہیں بھاگ گئی اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس کے لئے معافی وامان طلب کی گئی تو آپؐ نے اسے بھی معاف فرما دیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ (الحلبیہ) 74

تیسرا مجرم

تیسرا مجرم حویرث بن نقیذ بن وہب تھا۔ جو نبی کریم کا جانی دشمن تھا۔ مکے میں آپؐ کو سخت ایذائیں دیتا، آپؐ کے خلاف سخت بکواس کرتا اور ہجو کہتا تھا۔مگر اس کا اصل جرم جس کی بناء پر یہ واجب القتل ٹھہرا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صاحبزادی پر قاتلانہ حملہ تھا۔ چنانچہ ہجرت مدینہ کے بعد جب آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صاحبزادیوں حضرت فاطمہؓ اور حضرت اُم کلثومؓ کو مکہ سے مدینہ بھجوانے کیلئے اونٹ پر سوار کروا کے روانہ کیا۔اس بدبخت نے چھپ کر قاتلانہ حملہ کیا اور ان کو اونٹ سے گرا دیا۔ حضرت علیؓ نے اسے فتح مکہ کے موقع پر حسب فیصلہ اس کے جرائم کی پاداش میں قتل کیا۔(الحلبیہ) 75

چوتھا مجرم

چوتھا شخص مقیس بن ضبابہ تھا، اسے اس لئے واجب القتل قرار دیا گیا تھا کہ اس نے مدینہ میں ایک انصاری کو قتل کیا تھا جس کے بعد وہ مرتد ہو کر قریش سے جا ملا۔(ابن ھشام) 76

دراصل مقیس مسلمان ہوا اور اپنے بھائی ہشام بن ضبابہ کی دیت کا

تقاضا کیا جسے ایک انصاری نے غزوہ قرد میں دشمن کا آدمی سمجھ کر غلطی سے قتل کر دیا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کے بھائی کی دیت اسے ادا فرمائی۔دیت وصول کر لینے کے بعد اس نے پھر اس انصاری کو انتقاماً قتل کیا اور مرتد ہو کر اہل مکہ سے جا ملا۔اسے بھی انصاری کے قتل کے قصاص میں فتح مکہ کے موقع پر قتل کیا گیا۔(الحلبیہ)77

ان تین مجرموں کے علاوہ باقی تمام وہ مجرم جو واجب القتل قرار دیئے گئے جب معافی کے طالب ہوئے اور امان چاہی تو رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں معاف فرما دیا۔

چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہؐ کے عفو عام کے اس اعلان کے بعد مرتد عبداللہ بن سعد کا تب وحی کو بھی معافی مل گئی،رسول اللہؐ کی صاحبزادی زینبؓ پر حملہ کر کے حمل ساقط کرنے والا ھبار بھی بخشا گیا۔سردارانِ مکہ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ اور صفوان بن امیہ کو حالت شرک میں رہتے ہوئے امان نامہ عطا ہوا۔حمزہؓ کا کلیجہ چبانے والی ھند کے لئے بھی عفو کا حکم صادر ہوا۔حارث اور زھیر جو اپنے جرائم کی باداش میں واجب القتل ٹھہرائے گئے تھے،ایک مسلمان عورت کی امان دینے پر معاف کئے گئے۔ان سب کی تفصیل عفو و کرم کے مضمون میں بیان ہے۔

الغرض فتح مکہ کے موقع پر صرف چار مجرموں کو سزائے موت دیکر باقی سب کو معاف کر دینا تاریخ عالم کا منفرد واقعہ ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم

کے ان بے نظیر احسانات کا نظارہ دیکھ کر مشہور مستشرق سر ولیم میور بھی انگشت بدنداں ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:۔

''اشتہاریان قتل تعداد میں تھوڑے ہی تھے اور شاید وہ سارے ہی اپنے جرائم کی وجہ سے انصاف کے مطابق قتل کے لائق تھے (سوائے ایک مغنیہ کے قتل کے باقی سب کا قتل سیاسی عناد کی بجائے ان کے جرائم کی بنیاد پر تھا۔۔۔محمد کا یہ حیرت انگیز کردار بے مثال فیاضی اور اعتدال کا نمونہ تھا۔لیکن محمد نے جلد ہی اس کا انعام بھی لے لیا اور وہ یوں کہ آپؐ کے وطن کی ساری آبادی صدق دل سے آپؐ کے ساتھ ہوگئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم چند ہفتوں میں دو ہزار مکہ کے باسیوں کو مسلمانوں کی طرف سے (حنین میں) لڑائی کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔'' (میور) 78

جس ایک مغنّیہ کے قتل کا ذکر سر ولیم میور نے کیا ہے۔ دیگر رویات سیرت میں اس کی معافی کا بھی ذکر مل جاتا ہے۔ (ابن ھشام) 79

پس فتح مکہ کا دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات سے ہر تشدّد کے الزام دور کرنے کا دن تھا۔ جب مکہ کو پیغمبر اسلام کی شوکت و جلال نے ڈھانپ لیا تھا۔ جب مسلمان فاتحین کے خوف سے عرب سرداروں کے جسم لرزاں تھے اور سینوں میں دل دھڑک رہے تھے۔ جب مکہ کی بستی ایک دھڑکتا ہوا دل بن گئی تھی تو یہ وقت تھا کہ تلوار کے زور سے لوگوں کو مسلمان بنایا جاتا اور

جائیدادوں پر قبضہ کیا جاتا، لیکن یہ دن گواہ ہے کہ کہیں ایسا نہیں ہوا اور فتح مکہ کا یہ دن ابدالآباد تک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات سے جبر و تشدد کے الزام کی نفی کرتا رہے گا۔

حوالہ جات

1 نسائی کتاب الجهاد باب وجوب الجهاد

2 بخاری کتاب الجهاد باب کان النبیؐ اذالم یقاتل21

3 ابوداؤد کتاب الجهاد باب فی دعاء المشرکین27

4 بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر

5 مسلم کتاب الجهاد باب تامیر الامام الا مراء31

6 مؤطاامام مالک کتاب الجهاد باب النهی عن قتل النساء والولدان فی الغزو

7 مسند احمد جلد3ص184 مطبوعه بیروت

8 مسنداحمد بن حنبل جلد3ص137 بیروت

9 مجمع الزوائد جلد6ص309 بیروت بحواله طبرانی

10 مسند احمد جلد1 ص411بیروت

11 مجمع الزوائد جلد6ص123 بیروت بحواله طبرانی

12 بخاری کتاب المغازی باب غزوة خیبر

13 بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ اوطاس

14 معجم الکبیر للطبرانی جلد9ص81 بیروت

15 بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جهل

16 عمدة القاری شرح بخاری للعینی17 ص119

17 بخاری کتاب المغازی باب غزوة احد

18 بخاری کتاب المغازی باب غزوة احد

19 بخاری کتاب المغازی باب غزوه احد

20 بخاری کتاب المغازی باب غزوة احد

21 بخاری کتاب المغازی باب غزوةاحد

22 عمدة القاری شرح بخاری للعینی جلد17 ص152

23 مجمع الزوائد جلد6ص112 بیروت

24 مسلم کتاب الجهادباب غزوة احد

25 مسلم کتاب البروالصلة باب النهی عن لعن الاداب

26 مجمع الزوائد جلد6ص19 بیروت بحواله طبرانی

27 مسند احمد جلد3ص44مطبوعه بیروت

28 مجمع الزوائد جلد6ص12 مطبوعه بیروت

29 بخاری کتاب المغازی باب حدیث بنی النضیر

30 السیرة النبویه لابن هشام جلد3ص240

31 شرح المواهب اللدنیه لزرقانی جلد 2ص8،حیات محمد ص283

32 محمدایٹ مدینه صفحه26انگریزی ترجمه

33 السیرة النبویه لابن هشام جلد3ص21

34 بخاری کتاب المغازی باب غزوة الخندق

35 مسلم کتاب الجهاد والسیر باب غزوة ذی

36 مسند احمد جلد4ص33بیروت

37 بخاری کتاب المغازی باب غزوة الخندق

38 مجمع الزوائد جلد6ص15 بیروت

39 بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجهاد والمصالحه

40 السیرة الحلبیه جز3ص36مطبوعه بیروت

41 السیرة الحلبیه جلد3ص38 مطبوعه بیروت

42 السیرة النبوه لاابن هشام جلد ۲ ص ۲۷۱مطبوعه مصر

43 السیرة الحلبیه جلد ۳ ص ۴۰مطبوعه بیروت

44 حیات محمد تالیف امیل درمنغم ص25

45 بخاری کتاب المغازی باب غزوة خیبر

46 بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر

47 بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر

48 ابو داؤد کتاب الخراج باب تعشیر اهل الذ مه

48A بخاری کتاب المغازی، تاریخ الخمیس جلد 2 ص 43

49 المواهب اللدنیه للزرقانی جلد ۲ ص ۲۹۲ مطبوعه بیرت

50 السیرة الحلبیه جلد 3 ص 745 مطبوعه بیروت

51 بخاری کتاب المغازی

52 بخاری کتاب المغازی باب غزوہ الفتح

53 السیرة النبویه لابن هشام جلد 4 ص 90 مطبوعه بیروت

54 السیرة النبویه لابن هشام جلد 4 ص 46 مطبوعه مکتبه المصطفی البابی الحلبی مصر

55 بخاری کتاب المغازی فتح المکّه

56 ابن هشام جلد 4 ص 9 مطبوعه بیروت

57 سیرت الحلبیه جلد 3 ص 99

58 السیرة الحلبیه جلد 3 ص 97 مطبوعه بیروت،السیرة النبویه لابن هشام جلد 4 ص 91

59 بخاری کتاب المغازی باب فتح مکه

60 السیرة الحلبیه جلد 4 ص 98 مطبوعه بیروت

61 السیرة النبویه لابن هشام جلد 4 صفحه 92 مطبوعه مصر

62 السیرة الحلبیه جلد 3 صفحه 97 مطبوعه بیروت

63 بخاری کتاب المغازی بابدخول النبی من اعلی مکة

64 لائف آف محمد صفحه 436

65 السيرة النبويه لابن هشام جلد 4 صفحه91 مطبوعه بيروت

66 مجمع الزوائد جلد 8 صفحه12

67 بخاری كتاب المغازی

68 سيرت الحلبيه جلد 3 صفحه11

69 السيرة النبويه لابن هشام جلد4ص55مكتبه المصطفى البابى الحلبى

70 سيرة الحلبيه ،مجمع الزوائد جلد 6ص17،ابن هشام جلد 4 ص92

71 السيرة النبويه لابن هشام جلد 4ص94مطبوعه مصر

72 بخاری كتاب المغازی باب فتح مكه

73 سيرة الحلبيه جلد 3 ص105 و بخاری كتاب المغازی

74 سيرت الحلبيه جلد 3 ص107

75 سيرت الحلبيه جلد 3 ص15

76 ابن هشام جز 4 ص92

77 سيرت الحلبيه جلد 3 ص106

78 لائف آف محمد ص42انگریزی ایڈیشن

79 ابن هشام جلد4ص92مطبوعه بيروت والسيرة الحلبيه جلد3ص107